إِنْ أُرِيْدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ

ماہنامہ

البرہان

لاہور

جولائی ۲۰۱۷ء

مدیر ڈاکٹر محمد امین

ماہنامہ البرہان لاہور

جلد ۲۱، شمارہ ۷، جولائی ۲۰۱۷ء/شوال ۱۴۳۸ھ

مشمولات

فکر و نظر

ازما حکایتِ مہر و وفا مپرس

خواب ادھورے رہ جاتے ہیں

یہ آج سے تیس سال پہلے کی بات ہے۔ ہم اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وطن واپس لوٹے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اسلامی تعلیم و تربیت کے ذریعے تعمیر فرد بہت اہم ہے... کہ معاشرے اور ریاست کی اسلامی تشکیل کا کام بھی اسی پر منحصر ہے... لیکن ساتھ ہی ہم نے دیکھا کہ جدید تعلیم ہو یا دینی مدارس کی تعلیم، دونوں کی حالت دگر گوں ہے اور وہ سخت محتاج اصلاح ہیں.... اور کسی کو اس اصلاح کی فکر بھی نہیں۔ لہٰذا ہم نے دو باتیں طے کیں: ایک یہ کہ کار پردازانِ تعلیم کو اس اصلاح کی طرف متوجہ کیا جائے اور خود اس کے لیے جو کچھ ہو سکے وہ کیا جائے۔ دوسرے اس اصلاح کو موثر بنانے کے لیے نئے رول ماڈل تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں۔

ہمارا قلب اس پر مطمئن ہے کہ ہمارے پاس جتنی صلاحیت تھی اور جتنے وسائل ہم اس کام کے لیے مہیا کر سکتے تھے وہ ہم نے کیے اور خود کو اس کام میں پوری طرح کھپایا... اور اس پر اجر کی توقع صرف اللہ ربّ العالمین سے رکھتے ہیں۔ تاہم یہ بھی ایک زمینی حقیقت ہے کہ ہماری اس جدو جہد کے کوئی بڑے نتائج نہیں نکلے۔ اس میں ہماری ایمانی اور عملی کمزوریوں اور صلاحیتوں کے محدود ہونے کا بھی وافر حصہ ہے اور کچھ زمین بھی بنجر تھی۔ نہ مدارس اپنے ڈھب پر نظر ثانی کرنے کو تیار ہیں اور نہ جدید تعلیم کے بزرجمہر۔ مغرب کی لادین اور بالادست فکر و تہذیب اور اس کے علمبردار ممالک کا ہمہ جہتی دباؤ اور مسلم ریاست و معاشرے کے مقتدر طبقات (سیاسی حکمران، فوج، عدلیہ، بیوروکریسی) سب اسی مغربی حسینہ کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہیں اور اسی کی پیروی کو کامیابی کی کلید سمجھتے ہیں.... اور ان سب پر مستزاد اللہ تعالیٰ کی مشیت.... جو ہر چیز پر غالب ہے۔

ہم نے یہ حکایتِ درد اس لیے نہیں چھیڑی کہ ہم مایوس ہیں یا خود ترسی کا شکار ہیں یا احساس ہزیمت سے مغلوب ہو گئے ہیں۔ نہیں! واللہ نہیں! اللہ کی راہ میں کام کرتے ہوئے ناکامی کا کیا تصور؟ اور مایوسی کا کیا سوال؟ اس کام کے لیے ہم آج بھی اتنے ہی پر عزم، پر جوش اور مصروفِ جدو جہد ہیں جتنے تیس سال پہلے تھے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا یہ درد عام ہو جائے، کچھ اور لوگوں تک منتقل ہو جائے۔ جو فکر ہمیں سونے نہیں دیتی وہ کچھ اور لوگوں کو بھی بے چین کر دے... فمن انصاری الی اللہ؟

تعلیم و تحقیق

ڈاکٹر محمد امین

دو اہم علمی و تحقیقی منصوبے

جن میں ہمیں اہل علم و تحقیق اور جامعات سے تعاون درکار ہے

یہ منصوبے کتنے اہم ہیں، کتنے ضخیم ہیں اور اس کے لیے ہمیں کس قسم کا علمی تعاون درکار ہے؟ اس بات کو سمجھنے کے لیے یہ ذہن میں رکھیے کہ اسی طرح کے منصوبوں کے لیے ہم شروع سے ایک نئی رول ماڈل یونیورسٹی کے قیام پر اصرار کرتے رہے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے:

ماڈل یونیورسٹی کے قیام پر اصرار

ہم چونکہ اس اصول کے علم بردار ہیں کہ مغرب کی لادین فکر و تہذیب کو اصولی طور پر رد کر دیا جائے اور اسلامی تناظر میں عصری ضرورتوں کے پیش نظر تمام اجتماعی اداروں کی اجتہادی نقطۂ نظر سے تشکیلِ نو کی جائے خصوصاً نظام تعلیم و تربیت کی اسلامی تشکیل نو تو بہت اہم ہے۔ لہٰذا ان اصولوں اور وحدت تعلیم کے پیش نظر اور نئے رول ماڈل تعلیمی اداروں کے قیام کی خاطر سکول، کالج، یونیورسٹی، دینی مدرسہ ہر سطح کی تعلیم کے لیے نئے نصابات، تربیت اساتذہ کے نئے منہج اور تربیتی و تحقیقی سرگرمیوں کی تنظیمِ نو کی ضرورت ہے لیکن نچلی سطح کے ان تعلیمی اداروں کی اہمیت کو تسلیم کرنے کے باوجود ہم ہمیشہ ایک نئی یونیورسٹی کے قیام کو ترجیح دیتے رہے ہیں۔ اور اس کے دو بڑے سبب ہیں:

ایک تو یہ کہ تعلیمی اصلاح کے لیے جو کام بھی کیا جائے اور نچلی سطح کا جو تعلیمی ادارہ بھی قائم کیا جائے، اس کے قیام و نصرام اور اس میں تدریس کے لیے مذکورہ اصولوں میں یقین رکھنے والے رجال کار کی ضرورت ہوگی جو اس کام کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں اور اس کا جذبہ بھی۔ اور ایسے افراد ظاہر ہے یونیورسٹی جیسے اعلیٰ تعلیم کے ادارے ہی میں تیار کیے جا سکتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ یہ اصحاب علم و فکر ہی ہوتے ہیں جو قوم کی رہنمائی کر سکتے ہیں اور ایسے رجال کار یونیورسٹی سطح کی تعلیم و تربیت و تحقیق کے ذریعے ہی تیار کیے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم نے ماڈل یونیورسٹی کے قیام کو پہلی ترجیح اور ماڈل سکول، کالج اور نئے رول ماڈل دینی مدرسہ کے قیام کو دوسری ترجیح پر رکھا۔

جہاں تک مجوزہ یونیورسٹی کے لیے ہوم ورک کا تعلق ہے ہم اس پر کافی محنت کر چکے ہیں۔ ابتدائی ٹیم بھی اس کے لیے میسر آ سکتی ہے۔ اصل رکاوٹ مالی وسائل کی ہے۔ ظاہر ہے اس کے لیے کروڑوں روپے درکار ہیں۔ حکومت کو اس کام کی پروا نہیں۔ ہم نے دینی ذہن رکھنے والے کئی اہل خیر کو اس کام کی دینی اور قومی اہمیت سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن ہمیں اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اگرچہ یہ غیر موزوں اور غیر مناسب تھا لیکن ہم نے حالات کے پیش نظر تنزل اختیار کرتے ہوئے بعض لوگوں کو یہ بھی کہا کہ ایسی یونیورسٹی کا قیام استثماری (Investment) نقطۂ نظر سے بھی خسارے کا سودا نہیں بلکہ یہ منصوبہ Commercially feasible ہے.... اور اس کا مالی انتظام بھی وہ اپنے ہاتھ میں رکھیں، ہمیں صرف کام کرنے کی آزادی مطلوب ہے لیکن ہماری بدقسمتی یہ کہ ہمیں آج تک کوئی ایسا فرد نہیں ملا یا یوں کہیے کہ ہم ایسے کسی فرد یا ادارے کو ڈھونڈنے میں اب تک کامیاب نہیں ہو سکے۔

مجوزہ تحقیقی اداروں کا قیام

جس مجوزہ یونیورسٹی کا خواب ہم دیکھتے ہیں اگر وہ وجود میں آ جاتی تو ہم اس میں کچھ تحقیقی مراکز جلد سے جلد قائم کرنے کی کوشش کرتے جن میں سے تین اہم مراکز یہ ہیں:

۱۔ ادارہ مطالعۂ غرب [Institute of Occidental Studies]

اسلامی تناظر میں مغربی فکر و تہذیب کے تجزیاتی اور تنقیدی مطالعے کے لیے اور اہل مغرب کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں، منصوبوں اور حکمت عملی کی تفہیم، تجزیے اور تنقید کے لیے۔

۲۔ مرکز برائے علم و تحقیق کی تشکیل نو- اسلامی تناظر میں [Centre for Reconstruction of know ledge & Research - in Islamic Perspetive]

مغربی فکر و تہذیب کے اصولی رد اور اجتہادی اپروچ کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلامی علوم کی تدوینِ نو اور عمرانی اور سائنسی علوم کی اسلامی تناظر میں تشکیلِ نو۔ نیز علم کے ان تینوں دائروں میں تخلیقی تحقیق کی نئی حکمت عملی وضع کرنا۔

۳۔ مرکز برائے تعلیم و تربیت کی تشکیل نو- اسلامی تناظر میں

[Centre for Reconstruction of Education & Tarbia - in

[Islamic Perspective

سکول، کالج، یونیورسٹی اور دینی مدرسہ میں ہر سطح پر، ہر کلاس کے اور ہر مضمون کے نصابات اور نصابی کتب کی تیاری، اسلامی تناظر میں اور عصری ضرورتوں کے مطابق۔ اسی طرح ہر طرح کے تعلیمی اداروں میں اور ہر سطح پر طلبہ کی اسلامی تربیت اور تزکیۂ نفس کے لیے ہم نصابی وغیر نصابی سرگرمیوں کی تشکیل وتدوینِ نو۔ تربیت اساتذہ کے منہج نو کی تشکیل (جس میں مرکزی نکتہ یہ ہو کہ وہ طلبہ کو اچھا مسلمان کیسے بنائیں؟) اور اس کے مطابق ہر سطح کے اساتذہ کی عملی تربیت۔

فارغ تو نہ بیٹھا ہے محشر میں جنوں میرا

نئے رول ماڈل تعلیمی اداروں کا قیام ہمارا خواب تھا، ہے، اور رہے گا، لیکن ہم اس انتظار میں نہیں بیٹھے رہے کہ کوئی اللہ کا بندہ آ کر ہمیں یہ قائم کر کے دے گا تو ہم کام شروع کریں گے۔ بلکہ ہم نے منزل کا تعین کیا اور چل پڑے کیونکہ ہمیں پتہ تھا کہ نتائج ہمارے بس میں نہیں اور ان کا فیصلہ کوئی اور کہیں اور کرتا ہے۔ ہمارا کام ہے چلتے رہنا۔ اگر اللہ کو منظور ہو تو ساتھی ملتے جاتے ہیں اور کارواں بنتا چلا جاتا ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ منزلِ عشق پہ تنہا پہنچے کوئی ساتھی ساتھ نہ تھا۔ لہٰذا ہم نے اپنے حصے کا دیا جلایا ہے۔ اب یہ اللہ کی مشیت پر ہے کہ یہ شمع طلوعِ سحر تک پھڑ پھڑاتی رہے گی یا ہوا کا کوئی تند وتیز جھونکا اسے بجھا دے گا۔ یہ صرف اپنے اردگرد کو روشن کرے گی یا اس کی کرنیں بہت دور تک اندھیروں کو بھگا دیں گی۔

ہم نے پچھلے تیس سال میں پندرہ کے قریب کتابیں لکھی ہیں اور پچھلے سات سال سے ہم البرہان کو خونِ جگر سے سینچ رہے ہیں لیکن ہمارا قلم انہی موضوعات کے گرد گھومتا رہا ہے۔ اسلام، تعلیم وتربیت، تدریس وتحقیق، تزکیۂ نفس، دعوت واصلاح، غلبہ دین، مغربی تہذیب، عمرانی اور سائنس علوم وغیرہ۔ ہم اپنے اسلوب تحریر کے حوالے سے بھی ایک بات عرض کرتے چلیں کہ ہم گزشتہ بیس برس سے یونیورسٹی سطح پر تدریس وتحقیق میں مصروف ہیں اور ان سطور کے لکھتے وقت بھی ہیں لہٰذا ہم جانتے ہیں کہ علمی تحقیق (Academic Reseach) کیا ہوتی ہے بلکہ ہم نے منہج تحقیق (Research Methodology) کا کورس یونیورسٹی میں پڑھایا بھی ہے لیکن ہم نے اس علمی طرز تحقیق (Academic Research Methodology) کو اپنی تحریروں اور کتابوں میں اپنایا نہیں ہے کیونکہ ہماری اکثر کتابیں دوسروں کی خوشہ چینی سے نہیں لکھی گئیں کہ ہم

ہر سطر کے بعد حوالہ دیں کہ فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا ہے بلکہ وہ (Conceptual Frame Work) میں لکھی گئی ہیں یعنی ایک طرح سے طبع زاد ہیں۔ پھر ہمارا طرز تحریر سادہ اور سلیس ہے۔ اگر بات دقیق انداز میں کی جائے بلکہ کچھ عسیر الفہم ہو اور بات بات پر دوسروں کا حوالہ ہو تو لوگ سمجھتے ہیں کہ بڑی تحقیق ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اصل چیز ابلاغ ہے۔ ابلاغ جتنا سہل اور عمدہ ہو ہماری رائے میں کتاب اتنی ہی کامیاب ہوتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ وہ بعض لوگوں کو بڑی تحقیق اور گہری بات نہ لگے۔

خیر، یہ بات توضمنی طور پر سامنے آ گئی، ہم عرض یہ کر رہے تھے کہ ہم سے جو اور جتنا ہو سکا ہم ان موضوعات پر کام کرتے رہے ہیں۔ برسوں مسودے ہمارے پاس پڑے رہے اور ہمارے پاس ان کی طباعت کے وسائل نہ تھے۔ اور نہ ہم کوئی ایسا ناشر ڈھونڈ سکے جو انہیں طبع کرتا.... بلکہ اب بھی تقریباً یہی کیفیت ہے۔

خیر، ہم یہ کہہ رہے تھے کہ ہم سے جو ہو سکا، وہ ہم نے کیا اور کر رہے ہیں لیکن اب دو اہم علمی وتحقیقی منصوبے ایسے ہیں جنہیں ہم شروع کرنا چاہ رہے ہیں اور اکیلے انہیں مکمل نہیں کر سکتے۔ نہ ہمارے پاس مادی وسائل ہیں کہ معاوضے پر اہل علم کی خدمات حاصل کر سکیں لہٰذا اپنا مقدمہ اہل علم وتحقیق کے سامنے رکھ رہے ہیں کہ ممکن ہے کوئی صاحب جنوں آبلہ پا اس منزل کی طرف چلنے میں ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو جائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

ان دو علمی منصوبوں کے علاوہ سکولوں میں تدریس القرآن کا ایک انتہائی اہم منصوبہ اس وقت ہمارے ہاں زیر تکمیل ہے جس میں ہمیں علمی نہیں عملی اور مالی تعاون کی ضرورت ہے۔ ہم آئندہ سطور میں ان تینوں منصوبوں کا مختصر خاکہ آپ کے سامنے رکھیں گے:

یومِ بدر

وہ تین سو تیرہ تھے تو لرزتا تھا زمانہ
ہم کروڑوں میں ہیں تو کرتے ہیں غلامی

پہلا منصوبہ

مغربی فکر وتہذیب کا اسلامی تناظر میں تنقیدی مطالعہ

ضرورت واہمیت

ہم انتہائی اختصار کے ساتھ عرض کریں کہ مسلم فرد اور امہ کو اس وقت زندگی اور موت کا جو چیلنج درپیش ہے اس کی دو جہتیں ہیں: ایک داخلی اور دوسرا خارجی۔ داخلی چیلنج ہے ایمان کی بیاری کا جو ہمارا منبع قوت ہے اور دین سے ہماری کمٹمنٹ جس پر دنیا و آخرت میں ایک مسلمان کی فلاح اور کامیابی کا دارومدار ہے۔ اور دوسرا ہے خارجی چیلنج جو مغربی فکر وتہذیب کی دنیا پر بالادستی اور اس تہذیب کے علمبردار ممالک کی اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کی روش پر مبنی ہے۔ اور یہ خارجی چیلنج اتنا وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ وہ ہمیں داخلی چیلنج سے عہدہ برآ ہونے کے قابل بھی نہیں ہونے دے رہا۔ اور اس پر ہماری ذہنی غلامی، بے عقلی، بے حسی اور بے حمیتی کا یہ عالم ہے کہ ہمارے کالجوں یونیورسٹیوں میں اور ہمارے دینی مدرسوں میں کسی جگہ مغربی فکر وتہذیب کا مطالعہ شامل نصاب نہیں اور عالم اسلام کی کسی ایک یونیورسٹی میں ادارۂ مطالعۂ غرب (Institute of Occidental Studies) موجود نہیں بلکہ ہم اسی عطار کے شاگرد سے دوا لینے پر مصر ہیں جو ہمیں دوا نہیں داء (بیماری) بیچتا ہے اور ہمارے سارے مزمن اور مہلک امراض کا سبب وہی ہے اس چیلنج سے عہدہ برآ ہونے کی ہماری بنیادی ضرورت یہ ہے کہ ہم مغربی فکر وتہذیب کا اسلامی تناظر میں تفہیمی، تحلیلی اور تنقیدی جائزہ لیں۔

ہم نے سوچا کہ اگر ہمارے پاس اپنی یونیورسٹی نہیں، اپنا ''ادارۂ مطالعۂ غرب'' نہیں اور اگر ہمارے پاس مالی وسائل نہیں تو ہم کم ازکم یہ تو کر سکتے ہیں کہ اس موضوع کو اپنی ذاتی ریسرچ کا ایک پراجیکٹ بنالیں۔ چنانچہ ہم نے اللہ کا نام لے کر اس کا فیصلہ کرلیا ہے۔ ہماری رائے میں اس پراجیکٹ کا مختصر خطۃ البحث یہ ہوسکتا ہے:

خطۃ البحث (Chapterization / Synopsis)

مغربی فکر وتہذیب کا اسلامی تناظر میں تنقیدی مطالعہ

حصہ اوّل: مغربی تہذیب کا تشکیلی دور [بڑی تقطیع کی ۷۰۰ صفحات کی ایک جلد]

- قرون مظلمہ۔تحریک نشاۃ ثانیہ اور ہیومنزم
- فکری تشکیل کے اجزاء: یونانی فکر و تہذیب۔رومن فکر و تہذیب۔اسلامی فکر و تہذیب

حصہ دوم: جدیدیت [۵ جلدیں]

- اہم فکری تحریکیں: تحریک اصلاح مذہب، تحریک رومانویت، تحریک تنویر وغیرہ
- اہم فلسفیانہ تحریکیں
- اہم نظریات، سیکولرزم، لبرل ازم، میٹریلزم، کیپٹل ازم، نیشنلزم وغیرہ
- ورلڈ ویو اور فلسفۂ علم
- اہم فلسفی: ڈیکارت، کانٹ، لاک، ہوبز، ہیگل، نطشے، سارتر وغیرہ
- اہم ادارے: سیاسی، معاشی، تعلیمی، قانونی، سماجی
- اہم موڑ: انقلاب فرانس، مشینی اور صنعتی انقلاب، سائنس و ٹیکنالوجی
- مغربی معاشرے پر اثرات
- اسلامی فکر اور مسلم معاشرے پر اثرات

حصہ سوم: پس جدیدیت

- اہم نظریات
- اہم مفکرین
- مغربی معاشرے پر اثرات
- اسلامی فکر اور مسلم معاشرے پر اثرات

حصہ چہارم: اسلامی فکر و تہذیب۔مختصر مطالعہ [ایک جلد]

- بنیادی عقائد
- ورلڈ ویو
- فلسفۂ علم

- علوم (نقلیہ، آلیہ، عقلیہ، (سماجی وسائنسی علوم)۔
- ادارے (سیاسی، معاشی، معاشرتی، قانونی، تعلیمی...)

حصہ پنجم: اسلام اور مغربی فکروتہذیب - ایک تقابلی مطالعہ [ایک جلد]

- بنیادی عقائد، ورلڈویو، فلسفہ علم، علوم اور اداروں کا تقابلی مطالعہ
- اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں مغربی فکروتہذیب اور اس کے علم بردار ممالک کا رویہ
- قرآن وسنت میں مسلمانوں کے لیے ہدایات، یہود ونصاریٰ اور کفار کے حوالے سے
- مغربی فکروتہذیب کے بارے میں مسلم ردعمل
  - کیا ہوا؟ [رد، قبولیت، مفاہمت، مرعوبیت]
  - کیا ہونا چاہیے؟ [اصولی رد اور محتاط، مشروط اور محدود استفادہ]

حصہ ششم: مسلم نشاۃ ثانیہ کی حکمت عملی

حاصل مطالعہ وکتابیات

درکار علمی تعاون

۱۔ ہمیں کسی ایسے صاحب علم/ اصحاب علم کی تلاش ہے جن کا مغربی فکر وفلسفے کا وسیع اور براہ راست (First hand) مطالعہ ہو، انہیں ہماری اپروچ سے اتفاق ہو اور وہ جوش وجذبے کے ساتھ اس پراجیکٹ میں بطور شریک مصنف ہمارے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہوں۔ ہمارے علم کی حد تک اس وقت تک اس کام میں کوئی مادی فائدہ یا حوصلہ افزائی موجود نہیں اور اس کا زادراہ صرف ذاتی ذوق وشوق اور جذبہ جنوں ہے۔ تاہم اگر کل کلاں اللہ تعالیٰ کی مشیت سے کوئی مواقع پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ اس میں کھلے دل سے برابر کے شریک ہوں گے، ان شاء اللہ۔

۲۔ جامعات کے مالکان/ وائس چانسلرز/ ریکٹرز/ صدور مذکورہ تحقیقی ادارے اپنی جامعات میں قائم کریں یا کم از کم اپنے شعبہ علوم اسلامیہ کو ان تحقیقی منصوبوں پر کام کرنے کی ہدایت کریں۔

۳۔ یا اصحابِ خیر ان علمی منصوبوں کے لیے فنڈز مہیا کریں۔

دوسرا منصوبہ

علوم کی تشکیلِ نو- اسلامی تناظر میں

- علوم کی اسلامی تشکیل نو کے بنیادی اصول
- مغربی فکر وتہذیب کا اصولی رد
- قرآن وسنت کی تعلیمات اور غلبہ اسلام کی گیارہ صدیوں میں امت کے تجربات
- اجتہادی نقطۂ نظر سے عصری ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے علوم اور اداروں کی تشکیلِ نو
- خالص اسلامی علوم کی تدوین نو
- سارے عمرانی علوم کی اسلامی تناظر میں تشکیل نو

خصوصاً تعلیم وتربیت وتزکیۂ نفس ۔ قانون (فقہ واصول فقہ) معاشیات وتجارت ۔ سیاسیات ۔ نفسیات ۔ عمرانیات (سوشیالوجی) فلسفہ، تاریخ، جغرافیہ، زبانیں (عربی، فارسی، انگریزی اور دیگر عالمی اور مسلم معاشروں کی زبانیں)۔

- اسلام اور سائنسی علوم وٹیکنالوجی

منہج اور طریق کار

۱۔ اسلامی علوم کی تدوین نو

علوم نقلیہ کی تعلیم وتدریس پر نظر ثانی مثلاً قرآن حکیم کو مرکزی اور فیصلہ کن حیثیت حاصل نہیں، نہ جدید تعلیم کے اداروں میں اور نہ دینی مدارس میں۔ دینی مدارس میں مسالک کو دین باور کرانے اور علوم حکمت سے عدم اعتناء پر اصرار وغیرہ [ایک جلد]

۲۔ عمرانی علوم کی اسلامی تناظر میں تشکیل نو

ہر عمرانی علم کی اسلامی تناظر میں تشکیل نو کا منہج یہ ہوگا:

i۔ متعلقہ موضوع پر قرآن وسنت کی تعلیمات اور غلبہ اسلام کے گیارہ سو سال میں امت کے تجربات۔

ii۔ مغربی فکر وتہذیب کی بالا دستی کے عہد میں متعلقہ علم میں پیش رفت

iii۔ محولہ بالا ا اور ۲ میں تقابلی مطالعے کے بعد اور مغربی فکر وتہذیب کے حاصلات اور خامیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور اجتہادی اپروچ اپناتے ہوئے علوم اور اجتماعی اداروں کی تشکیل نو- اسلامی تناظر میں! اور دلائل وبراہین کی بنیاد پر فکر اسلامی کی مغربی فکر وتہذیب پر برتری کا اثبات[کم از کم پانچ جلدیں]

۳۔ اسلام اور سائنسی علوم وٹیکنالوجی

- سائنس اور ٹیکنالوجی میں مغرب کے عروج کے اسباب
- عالم اسلام میں سائنس وٹیکنالوجی میں تخلف کی وجوہات
- سائنس وٹیکنالوجی میں پیش رفت قوموں کی ترقی وکامیابی کا بنیادی سبب نہیں
- سائنسی علوم کی اسلامی تشکیل نو بھی ضروری ہے جس کے لیے
  - اسلوب کا بدلنا ضروری ہے تا کہ یہ واضح رہے کہ فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے نہ کہ دوسرے اسباب
  - سائنسی اپروچ اور اہداف کا مطابقِ اسلام ہونا بھی ضروری ہے۔[ایک جلد]

درکار علمی تعاون

ا۔ ہمیں ہر عمرانی اور سائنسی علم کے ایک (یا زیادہ) ایسے استاد ومحقق کی علمی معاونت درکار ہے جو اپنے تخصص میں پر مغربی فکر وتہذیب میں ہونے والی پیش رفت کا وسیع اور براہ راست (First Hand) مطالعہ رکھتا ہو۔ وہ اس موضوع کے اسلامی پہلو پر بھی عمیق نظر رکھتا ہو اور دونوں کا تقابلی مطالعہ کر کے اسلام کی حقانیت اور برتری ثابت کر سکے اور اسے ہماری اپروچ سے بھی اتفاق ہو۔

ہمارے پاس اس کام کو کرنے یا کروانے کے لیے کوئی مادی محرک (Incentive) موجود

نہیں ہے اور صرف ذوق وشوق، جذبہ اور دینی وملی خدمت کا عزم ہی ہمارا زادراہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی توقع ہی ہمارا محرک عمل ہے۔ اپنے موضوع پر اگر وہ تن تنہا مطلوبہ معیار کا کام کرلیں تو بطور واحد مصنف بھی ان کا نام آسکتا ہے اور اگر ہماری مدد بھی ان کے ساتھ شامل ہو تو ہم ان کے ساتھ شریک مصنف ہوں گے۔

جیسا کہ عرض کیا کہ اس وقت ہمارے پاس اس کام کے لیے کوئی مادی وسائل موجود نہیں تاہم اگر کبھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایسا ہوگیا تو وہ اپنے حق کے مطابق اس کے اہل ہوں گے۔ اور اس معاملے میں وہ ہمیں فراخ دل پائیں گے کیوں کہ اس کام میں ہمارے پیش نظر صرف آخرت ہے، دنیاوی مفاد نہیں۔

۲۔ جامعات کے مالکان/ وائس چانسلرز/ ریکٹرز/ صدور مذکورہ تحقیقی ادارے اپنی جامعات میں قائم کریں یا کم از کم اپنے شعبہ علوم اسلامیہ کو ان تحقیقی منصوبوں پر کام کرنے کی ہدایت کریں۔

۳۔ یا اصحابِ خیر ان علمی منصوبوں کے لیے فنڈز مہیا کریں۔

تیسرا منصوبہ

سکولوں میں تدریسِ قرآن کی ترویج

ترجمہ، تجوید اور تحفیظ

اشاعت قرآن کا ایک عظیم منصوبہ جس میں ہمیں معاشرے، اہلِ تعلیم اور اہلِ خیر کا تعاون درکار ہے

پس منظر، ضرورت، اہمیت

تحریکِ اصلاحِ تعلیم پہلے دن سے (دینی مدارس کے علاوہ) جدید تعلیمی اداروں کی اصلاح کے لیے کوشاں رہی ہے کیونکہ ان تعلیمی اداروں سے کروڑوں بچے فارغ التحصیل ہوتے ہیں اور وہی معاشرہ اور ریاست کو چلانے کے لیے کارکن مہیا کرتے ہیں۔ ہم نے اس کے لیے دوسرے شعبوں میں کام کرنے کے علاوہ موجودہ نصاب پر نظر ثانی کی ہے، متبادل نصاب تیار کیا ہے، مجوزہ نصابی کتب کے مسودے بھی تیار پڑے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس اتنے مالی وسائل نہیں کہ ان کتابوں کو طبع کر کے سارے پاکستان میں سکولوں تک پہنچا سکیں۔ سکول اساتذہ کی تربیت کر سکیں یا عملاً ڈیلیور کرنے والے اسلامی سکولوں کی چین (Chain) بنالیں۔ لیکن چند ماہ پیشتر مرکزی حکومت نے سکولوں میں قرآن حکیم کی تدریس کے لیے قانون بنایا تو پھر ہم خود پر قابو نہ رکھ سکے۔ مارکیٹ کا جائزہ لیا تو سکولوں میں ترجمۂ قرآن سکھانے کی کوئی موزوں کتاب نظر نہ آئی تو ہم نے کئی ماہرین تعلیم (خصوصاً پروفیسر ملک محمد حسین صاحب) اور کئی ماہرین تعلیم القرآن (خصوصاً ڈاکٹر ایس ایم زمان صاحب) کی مشاورت سے ترجمۂ قرآن سکھانے کی نصابی کتب کی تیاری شروع کردی۔ پہلی کتاب تیار کر کے چند سکولوں میں اس کی آزمائشی تدریس کا اہتمام کیا اور نتائج پرکھنے کے بعد اب ہم گرمیوں کی چھٹی میں 'تدریس القرآن' کو عام سکولوں تک پہنچانے کے لیے اس کی طباعت شروع کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے اساتذہ کی تربیت کا کام کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمارے پاس اس کام کے لیے وسائل اور نیٹ ورک نہیں ہے۔

یاد رہے کہ ہم نے اس غرض سے دو کتابیں تیار کی ہیں ایک معلمین کے لیے اور دوسری طالب علموں کے لیے۔ معلمین والی کتاب میں لفظی اور بامحاورہ دو ترجمے ہیں ہر اہم لفظ کا مادہ دیا

گیا ہے اور اس کا اردو استعمال بتایا گیا ہے اور ہر سبق کے آخر میں تلخیص کے انداز میں ترجمہ، تفہیم اور عمل سے متعلق نکات کی نشاندہی کردی گئی ہے۔ یہ ترجمہ قرآن پانچویں جماعت سے شروع کر کے دسویں تک مکمل کر دیا جائے گا، حفظ قرآن اور اربعین بھی ہر کتاب کا جزو ہو گی، ان شاء اللہ۔

تربیت طلبہ

اس کے ساتھ ہی 'تربیت طلبہ- ہینڈ بک وگائیڈ' بھی طباعت کے لیے تیار ہے اور ہماری خواہش ہے کہ جو سکول 'تدریس القرآن' کے ذریعے ترجمہ قرآن کا کام شروع کریں وہ اپنے ہاں ایک 'تربیت کمیٹی' بنا کر اس کتاب کی مدد سے طلبہ وطالبات کی اسلامی تربیت کا کام بھی شروع کردیں۔ یہ کام کیسے اور کس طرح کرنا ہے؟ یہ ''ہینڈ بک وگائیڈ'' اسی مقصد سے تیار کی گئی ہے۔ اس سے پہلے ہم نے ''تعلیمی ادارے اور کردار سازی'' لکھی تھی جسے بعض دوسرے لوگوں کے علاوہ حکیم سعید صاحب مرحوم نے بڑے ذوق وشوق سے اپنے سکولوں میں لگوایا تھا۔

درکار تعاون

اس غرض سے ہمیں دو طرح کا تعاون درکار ہے۔

ایک: ایسے لوگ خصوصاً اصحاب خیر سامنے آنے چاہئیں جو اپنی عاقبت کے لیے قرآن حکیم کی سکولوں میں ترویج کے لیے اپنا مال خرچ کریں۔

دوسرے: ہر علاقے اور صوبے بلکہ ہر بڑے شہر سے ایسے افراد سامنے آنے چاہئیں جو اپنی عاقبت کے لیے سکولوں میں ترویج قرآن کے اس پراجیکٹ کے لیے کام کریں اور اگر ان کا اپنا سکول ہو تو اپنی سکول بلڈنگ کو اس کام کے لیے اور خصوصاً تربیت اساتذہ کے لیے، بطور مرکز استعمال کرنے کے لیے مہیا کریں۔

اگر معاشرہ قرآن حکیم کی نشر واشاعت کے اس کام کی اعانت کے لیے آگے نہیں بڑھتا تو اس کی مرضی۔ جہاں تک ہمارا کام تھا، ہم نے اپنے حصے کی شمع جلادی ہے اور صرف اپنے ربّ سے ہی اس کے اجر کی توقع رکھتے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العٰلمین۔

تعلیم و تربیت

ڈاکٹر محمد امین

تعلیم کے اسلامی تناظر، وحدت تعلیم اور مدارس کی مین سٹریمنگ کے لیے

سکول نصاب میں اہم تبدیلیاں ناگزیر ہیں

اگر دینی قوتوں نے جدید تعلیم کو اسلامی بنانے پر توجہ نہ دی تو ان کی ہزیمت یقینی ہے

۱۔ سکول کی تعلیم بہت اہم ہوتی ہے کیونکہ وہ بچے کی کردار سازی اور تعمیر شخصیت میں بنیادی کردار کرتی ہے۔ بچہ سفید سلیٹ کی مانند ہوتا ہے جس پر سکول جو چاہے لکھ سکتا ہے۔

پہلے ہمارے ہاں بچہ ۵ سال کی عمر میں تمہیدی کلاس میں جاتا تھا اور ۶ سال کی عمر میں پہلی کلاس میں۔ اب مغربی تہذیب کی تقلید میں ہمارے ہاں بھی 'ارلی چائلڈ ہڈ ایجوکیشن' یا 'پری سکول' کی تعلیم مروج ہوگئی ہے۔ اگرچہ ہمارے معاشرے اور تہذیب کے لحاظ سے یہ تعلیم غیر ضروری تھی کیونکہ ہمارے معاشرے میں والدہ عموماً گھر پہ موجود ہوتی ہے اور پھوپھی دادی وغیرہ بھی اور والدہ کا بنیادی کام ہی بچے کی تربیت کرنا ہے۔ تاہم غلط ہی سہی اگر پری سکول ہمارے ہاں شروع ہو ہی گیا ہے تو دیکھا جائے تو اس سے سکول کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوگیا ہے کیونکہ چار ساڑھے چار سال کی عمر سے بچے کی تعلیم و تربیت اس کی ذمہ داری قرار پاتی ہے۔

سکول تعلیم کی اہمیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے دینی مدارس مڈل یا میٹرک پاس بچہ لیتے ہیں اور اس کو دینی تعلیم میں تخصص کراتے ہیں لہٰذا مدارس کے لیے یہ دیکھنا بہت ضروری ہے کہ مڈل اور میٹرک میں بچے کیا پڑھ کر آتے ہیں؟ اگر سکول میں بچے کی تعلیم و تربیت اسلامی تقاضوں کے مطابق ہوئی ہو تو اس سے مدرسے کو بچوں کی اسلامی تعلیم میں آسانی ہوگی اور اگر اس کے برعکس ہو تو مدرسے کی محنت ضائع بھی جاسکتی ہے یا کم از کم غیر موثر ہوسکتی ہے۔

۲۔ سکول کی تعلیم کے نصاب میں مندرجہ ذیل خصوصیات ہونی چاہئیں:

- اس میں دین کی بنیادی تعلیمات یعنی عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات سے متعلق ضروری معلومات ہر بچے تک اس طرح پہنچنی چاہئیں کہ ان کے اندر ان پر عمل کا داعیہ بھی پیدا ہو اور اس غرض سے ان کی موزوں تربیت بھی کی جانی چاہیے۔ چونکہ بہت سے بچے پرائمری کے بعد سکول چھوڑ جاتے ہیں اس لیے یہ بنیادی اسلامی تعلیم پری سکول سے لے کر پانچویں جماعت تک

مکمل ہوجانی چاہیے۔ بعد میں اس کی تفصیلات جاری رکھی جاسکتی ہیں۔

- اس غرض سے اسلامیات کی کتاب کافی نہیں بلکہ قرآن حکیم کا براہ راست مطالعہ بھی ناگزیر ہے اور قرآن حکیم چونکہ عربی زبان میں ہے اس لیے عربی کی تدریس بھی، (آسان اور دلکش انداز میں)، ضروری ہے۔ حدیث کی تعلیم قرآن ہی کا ایک جزو سمجھی جانی چاہیے۔

- ''وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۝'' اور احادیث مبارکہ سے علماء کرام اور ماہرین تعلیم یہ اخذ کرتے ہیں کہ دین کی بنیادی تعلیم ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے۔ البتہ دین کی تخصصی تعلیم فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح علوم حکمت یعنی وہ عمرانی اور سائنسی علوم جن کے بغیر معاشرے کی بقا ممکن نہیں، وہ بھی ضروری ہیں اور فرض کفایہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ تاہم ضروری ہے کہ ان علوم کو اسلامی تناظر میں مدون کیا جائے تاکہ وہ اسلامی شخصیت کی تعمیر میں معاون ثابت ہوں۔

- پاکستان میں ذریعۂ تعلیم اردو ہونا چاہیے اور اردو زبان سب کو سکھائی جانی چاہیے۔ انگریزی کو اختیاری زبان ہونا چاہیے۔ عربی لازمی کا ذکر پہلے ہو چکا۔

- جس طرح ہمارے ہاں شروع سے ہے کہ مڈل یعنی چھٹی جماعت سے ہلکا پھلکا تخصص شروع ہوجاتا ہے جو میٹرک اور ایف اے (ثانوی اور اعلیٰ ثانوی) میں واضح شکل اختیار کر لیتا ہے جیسے میٹرک میں آرٹس اور سائنس گروپ ہوتے ہیں۔ پھر ایف اے میں پری میڈیکل، پری انجینئرنگ، کامرس اور کمپیوٹر کے گروپ ہوتے ہیں اسی طرح مڈل سے علوم اسلامیہ گروپ بھی شروع ہوجانا چاہیے جو میٹرک اور ایف اے تک چلتا رہے تاکہ طلبہ اس تخصص کو لے کر اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں، یعنی علوم اسلامیہ میں چار سالہ بی ایس (آنرز) پھر ایم فل اور پی ایچ ڈی کر سکیں۔ جس طرح کہ عمرانی علوم (مثلاً اکنامکس یا سائیکالوجی) اور سائنسی علوم (جیسے میڈیکل یا انجینئرنگ) کے طلبہ کرتے ہیں۔

- دینی مدارس کا نظام اس وقت یہ ہے کہ وہ مڈل پاس بچہ لیتے ہیں (بعض بڑے مدارس نے داخلے کے لیے میٹرک کی شرط رکھی ہوئی ہے) دو سال بعد مدارس طلبہ کو ثانویہ عامہ (جنرل ایجوکیشن میں ہم اسے میٹرک کہتے ہیں) اور مزید دو سال بعد اسے ثانویہ خاصہ (ایف اے) کی ڈگری دیتے ہیں اگرچہ حکومت مدارس کے اس ثانویہ عامہ اور خاصہ کو میٹرک اور ایف اے کے مساوی نہیں مانتی)۔ پھر دو سال بعد مدارس اپنے طلبہ کو عالیہ (مساوی بی اے) اور مزید دو سال

بعد عالیہ (مساوی ایم اے) کی ڈگری دیتے ہیں جنہیں حکومت پاکستان کا ہائر ایجوکیشن کمیشن بی اے اور ایم اے کے مساوی مانتا ہے۔ اب اگر حکومت مڈل، میٹرک اور ایف اے (دینی مدارس اسے متوسطہ، ثانویہ عامہ اور ثانویہ خاصہ سمجھ لیں) میں علوم اسلامیہ گروپ (اختیاری) پر راضی ہو جائے، جس میں بظاہر کوئی مضائقہ نہیں، تو دینی مدارس کو اس کی تدریس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ یوں دینی مدارس تعلیم کے مرکزی دھارے میں آجائیں گے اور وحدت تعلیم کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

حکومت کو چاہیے کہ سکول میں علوم اسلامیہ گروپ کے نصاب کا تعین کرتے وقت وہ علماء کرام کو اعتماد میں لے اور ان سے مشاورت کرے۔ فرض کیجیے اگر حکومت یہ نصاب ہلکا پھلکا بناتی ہے جو علماء کرام کی مرضی کا نہ ہو تو مدارس اس کی تدریس کے وقت اس میں اضافی مواد شامل کر سکتے ہیں جیسا کہ اس وقت بھی کئی سکول یہ کر رہے ہیں اور یونیورسٹیوں میں تو یہ عام معاملہ ہے کہ وہ ہائر ایجوکیشن کمیشن کے مجوزہ نصاب کے علاوہ بھی اضافی چیزیں پڑھاتے ہیں، ان کا امتحان لیتے ہیں اور اس کی ڈگری دیتے ہیں۔

- جہاں تک نصابی کتابوں کا تعلق ہے تو یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ اس کا آسان حل یہ ہے کہ حکومت نصاب مقرر کر دے اور اس نصاب کے مطابق دینی مدارس جس مصنف کی کتاب چاہیں پڑھائیں مثلاً قرآن حکیم کا ترجمہ سکھانا ہو تو حکومت یہ طے کر دے کہ چھٹی جماعت میں پہلے دو پاروں کا لفظی ترجمہ پڑھایا جائے گا۔ اب دینی مدارس جس مترجم کا چاہیں ترجمہ پڑھائیں۔ اسی کو دوسرے مضامین پر قیاس کر لیا جائے۔

تلخیص مباحث

جو کچھ ہم نے سطور بالا میں کہا، عام فہم زبان میں اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ حکومتی نصاب کے مطابق اس وقت سکولوں میں جو کچھ پڑھایا جا رہا ہے، اس پر تین لحاظ سے نظر ثانی ہونی چاہیے۔ ایک یہ کہ ذریعۂ تعلیم اردو ہو جانا چاہیے اور انگریزی کی تدریس اختیاری ہونی چاہیے۔ دوسرے یہ تسلی کر لی جائے کہ سکول میں پڑھائے جانے والے عصری علوم کو اسلامی تناظر میں مدون کیا گیا ہے یا نہیں؟ تیسرے ان کی مقدار (Quantity) پر ضرورت ہو تو نظر ثانی کر لی جائے کیونکہ ہماری تجویز کی رو سے اسلامی مضامین کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔

۲۔ پری سکول سے لے کر ایف اے تک ایک اسلامیات لازمی ہوگی اور ایک اختیاری۔ اسلامیات اختیاری گروپ اسلامیات لازمی بھی پڑھے گا۔

۳۔ اسلامیات لازمی کا نصاب یہ ہونا چاہیے۔

- پری سکول میں 'نورانی قاعدہ' مع تجوید (تاکہ بچے کے مخارج درست اور پختہ ہو جائیں) اور ابتدائی آداب و دعائیں جیسے السلام علیکم کہنا، بسم اللہ پڑھنا وغیرہ۔

- پرائمری میں ناظرہ کی تکمیل اور پارہ عم کا آخری چوتھا حصہ زبانی یاد کرنا۔

- چھٹی سے دسویں جماعت تک ترجمۂ قرآن مکمل اور آخری پارے کا حفظ۔

- تیسری سے لے کر دسویں جماعت تک عربی زبان کی تدریس، دلچسپ، آسان اور دلکش انداز میں، تاکہ قرآن حکیم کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

- علوم اسلامیہ کی کتابیں جامع بنائی جائیں اور ان میں ضروری معلومات دی جائیں خصوصاً احادیث اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مندرجہ بالا اسکیم کا لازمی جزو بنایا جائے۔

۳۔ اسلامیات اختیاری برائے علوم اسلامیہ گروپ کا نصاب

- چھٹی جماعت سے بارھویں تک اضافی اسلامی کتب مع حفظ قرآن مکمل (اختیاری) و کتب حدیث، سیرت، عقیدہ، فقہ و اصول فقہ و عربی صَرف و نحو وغیرہ۔

۴۔ جو طلبہ اسلامیات اختیاری کے ساتھ ایف اے کرلیں وہ چار سالہ بی ایس (آنرز) علوم اسلامیہ کرلیں اور پھر ایم فل و پی ایچ ڈی۔

- چھوٹے دینی مدارس مڈل تا ایف اے (متوسطہ، ثانویہ عامہ، ثانویہ خاصہ) اور بڑے شہروں کی دینی جامعات بی ایس (آنرز) [عالیہ و عالمیہ] ایم فل (ماجستیر) اور پی ایچ ڈی (دکتوراۃ) کے تخصصات کا اہتمام کریں۔

عمل درآمد

اس مجوزہ اسکیم میں میں کرنے کے مشکل کام صرف تین ہیں:

۱۔ اردو کو ذریعۂ تعلیم اور انگریزی کو اختیاری مضمون بنانا

۲۔ مڈل یا ایف اے علوم اسلامیہ گروپ کی تشکیل

۳۔ اسلامیات لازمی کے مضامین میں توسیع

اس ملک میں اگر کوئی دینی قوتیں ہیں اور وہ اس ملک اور معاشرے کو مستقبل میں اسلامی معاشرہ دیکھنا چاہتی ہیں تو انہیں اٹھ کھڑا ہونا چاہیے اور حکومت سے یہ مطالبات منوانے چاہئیں تاکہ دین اس ملک میں نہ صرف تعمیر فرد کی سطح پر باقی رہ سکے بلکہ معاشرے اور ریاست کو بھی اسلام پر باقی رکھا جاسکے۔

دینی قوتوں کو متنبہ ہونا چاہیے کہ جو کچھ اس وقت وہ دین کے لیے کر رہی ہیں جیسے اسمبلیوں میں چند نشستیں اور وزارتیں۔ درس نظامی پر مشتمل دینی تعلیم جو معاشرے اور ریاست پر اثر انداز نہیں ہوتی اور کروڑوں مسلمان بچوں کا جدید تعلیم کے اداروں میں پڑھنا جہاں ان کی دینی تعلیم وتربیت کا کوئی انتظام نہیں اور وہی اس تعلیم سے فارغ ہوکر معاشرے اور ریاست کو چلاتے ہیں، جبکہ علماء نے اپنے آپ کو مساجد و مدارس تک محدود کرر کھا ہے اور اصلاحی جماعتوں کا لوگوں کے کلمے صحیح کرا دینا... یہ سب فرد، معاشرے اور ریاست کو اسلامی بنانے کے لیے کافی نہیں ہے۔ فساد اور بگاڑ کا ریلا اتنا تیز اور منہ زور ہے کہ وہ ان سب کو روند کر گزر رہا ہے۔ سیکولر قوتیں یہاں مضبوط ہو چکی ہیں۔ دینی لوگوں نے چھوٹے چھوٹے جزیرے بنا رکھے ہیں اور مطمئن ہیں کہ ہم اسلامی زندگی گزار رہے ہیں حالانکہ وہ سمندر کے محض ایک تھپیڑے کی مار ہیں اور پھر ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہے گا۔ اُس وقت سے بچیے، اُس وقت سے ڈریے جو بہت جلد آنے والا ہے اور ہمیں آتا ہوا صاف نظر آرہا ہے لیکن آپ وہ عینک اتارنے کے لیے تیار نہیں جس سے آپ کو سب کچھ سبز نظر آرہا ہے۔ خدا کے لیے اس عینک کو اتاریے اور حقائق کی دنیا میں واپس آجائیے۔ جب چڑیاں کھیت چگ جائیں گی تو پھر پچھتانے کا کیا فائدہ ہوگا؟ ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں۔

تعلیم و تربیت　　پروفیسر ملک محمد حسین

تعلیم کا فروغ اور ہمارا قومی المیہ

عصر حاضر کی نوجوان نسل کو تیزی سے تبدیل ہوتی دنیا کا سامنا ہے۔ عالمی سطح پر روزگار کے نصف مواقع جن کی تعداد تقریباً دو ارب بنتی ہے، غائب ہونے کے خطرے سے دوچار ہیں وجہ اس کی تیزی سے ہوتی ہوئی خودکاری (Automation) ہے جو اگلی چند دہائیوں میں ایک حقیقت بنتی نظر آتی ہے۔ پچھلی نسلوں کی جدت طرازی کے برعکس نئے منظرنامے میں روزگار کے اتنے مواقع پیدا نہیں ہوں گے جتنے کہ معدوم ہو جائیں گے۔

صنعتوں کی تبدیلی اور صنعتوں میں تبدیلی کی وجہ سے اعلیٰ مہارتوں کے حامل افراد کی طلب بڑھ جائے گی جب کہ وسطانی اور نچلی سطح کی مہارتوں کی ضرورت ختم ہو جائے گی۔ اس طرح اگر اعلیٰ مہارتوں کا اکتساب نہ کیا گیا تو ایک طرف بے روزگاری میں اضافہ ہوگا اور دوسری طرف کام کی دنیا(World of Wrok) کی کارکردگی متاثر ہوگی۔ اس مسئلہ کا حل صرف کوالٹی ایجوکیشن ہے جو نسل نو کو ضروری مہارتوں سے لیس کرے، بڑھتے ہوئے معاشرتی تفاوت کو دوُر کرے اور سب کے لیے خوشحال زندگی یقینی بنائے۔

ترقی پذیر ممالک کے نوجوان آنے والے مسالوں میں سب سے زیادہ مشکل حالات کا سامنا کریں گے۔ بڑھتا ہوا معاشی اور معاشرتی تفاوت کئی ایک سیاسی اور سماجی مسائل کو جنم دے گا۔ اس وقت بھی دنیا امن، یک جہتی اور استحکام کے حوالے سے کئی چیلینجز سے عہد برآ ہونے کی کوشش کر رہی ہے لیکن اگر صورتِ حال بدستور یہی رہی تو حالات سنورنے کی بجائے بگڑیں گے۔ عالمی سطح پر اندازہ لگایا گیا ہے کہ سال 2030 تک کم آمدنی والے ممالک کی نوجوان آبادی کا صرف 8 فیصد ثانوی تعلیم تک پہنچیں گے جب کہ درمیانی آمدنی والے ممالک کی نوجوان آبادی 49 فیصد ثانوی سطح کی مہارتیں حاصل کر پائیں گے۔ اب اگر ہم کم آمدنی اور درمیانی آمدنی والے دیگر ممالک کو ایک طرف رکھتے ہوئے صرف مسلمان ممالک کو زیر غور لائیں جن کی 25 سال سے کم عمر والے نوجوانوں کی تعداد آبادی کا 55 فیصد ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ 88 کروڑ نوجوانوں کا معاملہ ہے جن میں سے ایک اندازے کے مطابق 53 کروڑ نوجوان صرف پرائمری

اور زیادہ سے زیادہ مڈل کلاسز تک کی تعلیم اور ان کی مہارتیں سیکھ پائیں گے اور 35 فیصد صرف پرائمری اور زیادہ سے زیادہ مڈل کلاسز تک کی تعلیم اور ان کی مہارتیں سیکھ پائیں گے اور 35 کروڑ نوجوان ثانوی سطح کہ مہارتوں سے لیس ہوں گے۔ اگر آنے والے وقتوں کی کام کی دنیا (Wrold of Work) کو پیش نظر رکھیں جس میں اعلیٰ مہارتوں کی ضرورت ہوگی تو مسلم دنیا کے 53 کروڑ نوجوان بے روزگار ہوں گے یا بہت کم سطح کی کمائی والے کام کر رہے ہوں گے۔

بے روزگار نوجوانوں کے اس جم غفیر کو مدِ نظر رکھیں اور بدامنی کی موجودہ صورتِ حال پر نظر ڈالیں تو جو منظر بنتا ہے وہ خوفناک ہے۔ حکومتوں اور سماجی علوم کے کے ماہرین کو اس پر فوری غور کی ضرورت ہے۔

مسلم دنیا کی حکومتیں اور خصوصاً پاکستان میں یکے بعد دیگرے آنے والی حکومتیں تعلیم اور تعلیم کی کوالٹی کی طرف سے مجرمانہ غفلت کا شکار ہیں۔ پاکستان میں نعرہ بازی تو بہت ہوتی ہے لیکن بارآور کوششیں شاید ہی کبھی کی گئی ہوں۔

عالمی سطح پر اندازہ لگایا گیا ہے کہ تعلیم پر خرچ کیا جانے والا ہر اضافی روپیہ، کم آمدنی والے ممالک ہیں، جیسا کہ پاکستان ہے، دس روپے کا اضافی فائدہ دیتا ہے۔ اس امر سے واضح ہے کہ ملک کی معاشی بہتری بھی اس میں ہے کہ تعلیم پر سرمایہ کاری میں اضافہ کیا جائے۔

سیکھتی نسل (Learning Generation) کے موضوع پر قائم اقوامِ متحدہ کے کمیشن نے اپنی تفصیلی رپورٹ میں حتمی رائے دی ہے کہ نئی نسل کے تمام افراد کو سکول میں لایا جاسکتا ہے اور ایک نسل (Generation) میں تعلیم سب کے لیے کا خواب پورا ہوسکتا ہے بشرطیکہ درج ذیل چار امور پر بھرپور توجہ دی جائے:

1۔ کارکردگی (Performance) 2۔ جدت طرازی (Innovation)

3۔ شمولیت (Inclusion) 4۔ مالیات کی فراہمی (Finance)

ہم درج بالا چار امور کا جائزہ پاکستان کے حوالے سے لیتے ہیں:

1۔ کارکردگی (Performance)

پاکستان میں تعلیمی شعبے کی کارکردگی ہمیشہ ایک سوالیہ نشان رہی ہے۔ تعلیمی کارکردگی

ہمیشہ بُری نہیں تھی لیکن بدقسمتی سے وقت کے ساتھ بہتر ہونے کی بجائے یہ تنزل کا شکار ہوگئی۔ بنیادی وجہ بیڈ گورننس، سیاسی مداخلت، سطحی فیصلے اور غیر متعلقہ ہاتھوں کے ذریعہ انتظام و انصرام اور پالیسی سازی۔ تعلیمی کارکردگی بنیادی طور پر استاد کی مرہونِ منت ہوتی ہے خصوصاً معیارِ تعلیم اور حسنِ تربیت لیکن بدقسمتی سے استاد کو نسلوں کا قائد بنانے کی بجائے تعلیمی مزدور بنا دیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ استاد معلمانہ اور مربیانہ کردار سے تہی دامن ہوکر ملازمانہ عادات و اطوار کا شکار ہو گیا۔ اب ضمیر اور ضبط دروں نہیں بلکہ پیڈا ایکٹ (PEEDA ACT) اُسے گورن (Govern) کرتا ہے۔ یہ جو کچھ کہا گیا پبلک سیکٹر کے متعلق ہے۔ رہ گیا پرائیویٹ سیکٹر تو وہاں تو سارا کنٹرول نومسیٹر اور تاجر کے ہاتھ میں ہے۔ معیارِ تعلیم اور حسن تربیت کا وہاں چلن کہاں؟

2۔ جدت طرازی (Innovation)

جدت طرازی کا تعلق پروفیشنلزم سے ہے۔ تعلیم میں پروفیشنلزم اور جدت طرازی سب سے مشکل کام ہے کیونکہ اس کا تعلق انسان سازی سے ہے۔ سال ہا سال وسیع مطالعہ، انسانی نفسیات کا گہرا فہم اور زندگی بھر کی عرق ریزی سے یہ حاصل ہوتی ہے۔ تعلیمی ہیئت مقتدرہ کی اعلیٰ ترین سطح سے کلاس روم ٹیچر تک یکساں ہدف یکساں سوچ اور یکساں رویہ اس سے کا بنیادی تقاضا ہے۔ یہاں جہاں لوگ امن و امان کی نگرانی کرتے ہوئے اور بندوبستِ اراضی سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے اور بلدیاتی ادارے گورن (Govern) کرنے کے بعد یکا یک تعلیمی ہیئت مقتدرہ پر فائز ہو جاتے ہیں تو اُن سے تعلیم کے شعبے میں جدت طرازی کی توقع کرنا نرم سے نرم الفاظ میں حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ ہاں پیڈا ایکٹ کا نفاذ ایسی ہیت مقتدرہ آسانی سے کر سکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیم پروفشنلزم کے ہاتھ میں دی جائے اور انہیں اختیار اور وقار دونوں دیے جائیں۔ گن سے زیادہ اہمیت مین بی ہائینڈ دی گن (Man Behind the Gun) کی ہوتی ہے۔ تعلیم اہل تعلیم کے ہاتھ میں ہوگی تو بہتری آئے گی۔

3۔ شمولیت (Inclusiion)

تعلیم ایک ایسا عمل ہے س میں وسیع شمولیت (Broad Based Inclusion) ضروری ہے۔ ایک تو تعلیم کی فراہمی میں سب کو شامل کیا جائے۔ غربی وسائل کی کمی اور فاصلوں کی دوری آڑے نہ آئے دوسرا تعلیم کو فراہم کرنے میں سب کو شامل کیا جائے جس

میں والدین، مسجد اور اہل مسجد، ابلاغ عامہ کے تمام ذرائع اور سماجی ادارے شامل ہیں۔ اگر تمام مساجد کو جن میں پانچ وقتہ نماز باجماعت منعقد ہوتی ہے، بنیادی تعلیم کا مکتب قرار دیے دیا جائے اور اس کے لیے حکومت بذریعہ یونین کونسل یا میونسپل کمیٹی ضروری وسائل فراہم کر دے تو چند سالوں میں کم ازکم یونیورسل پرائمری ایجوکیشن کا ہدف تو بہت کم مصارف سے پورا ہو سکتا ہے۔

4۔ مالیات کی فراہمی (Finance)

دنیا کی یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ تعلیم پر سرمایہ کاری سے زیادہ مفید سرمایہ کاری کوئی اور نہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کم آمدنی والے ممالک میں تعلیم پر خرچ کیا گیا ہر اضافی روپیہ قومی آمدنی میں دس روپے کا فائدہ دیتا ہے۔ تیز تر معاشی ترقی کا راز بھی تعلیم میں سرمایہ کاری میں ہے نیز معاشی اور معاشرتی تفاوت بھی تعلیم میں سرمایہ کاری سے ختم ہو سکتا ہے جس کا نتیجہ سماجی ترقی اور سماجی استحکام ہے۔ امن وامان کی بہتری اور دہشت گردی کا استعمال بھی تعلیم سے ہی ہو سکے گا جب کہ تعلیم کا فروغ تعلیم پر سرمایہ کاری سے ہوگا۔ کارکردگی، جدت طرازی اور شمولیت کا انحصار بھی تعلیم میں سرمایہ کاری پر ہے۔ پاکستان میں تعلیمی سرمایہ کاری بڑھانے کی اشد ضرورت ہے۔

ہم نے قومی اور بین الاقوامی تناظر میں تعلیم کے فروغ اور اصلاح کی بات کی ہے۔ اقوامِ عالم کی برادری میں سربلند ہونے کے لئے نئی نسل کو تعلیم دیے بغیر ہم سربلند نہیں ہو سکتے۔ معاشی ترقی، ٹیکنالوجی کے فروغ اور قومی دفاع کی مضبوطی کا انحصار تعلیم پر ہے۔ اب دنیا علم کی تہذیب وثقافت سے گزر رہی ہے۔ دفاع، ترقی اور خوش حالی سب کی بنیاد علم ہے۔ اب نہ ان پڑھ سپاہی کارآمد ہے نہ اَن پڑھ مزدور ہی کسی کام کا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تعلیمی منتظم بھی پڑھا لکھا ہو۔ پڑھے لکھے منتظمین کا ہتھیار پیڈا ایکٹ نہیں بلکہ محبت، شفقت راہنمائی اور تربیت ہوتی ہے جو بدقسمتی سے ہمارے تعلیمی منتظمین میں عنقا ہے۔ سسٹم کے ٹاپ پر بیٹھا شخص چونکہ صرف پیڈا ایکٹ کی مہارت رکھتا ہے اس لیے پورا سسٹم ہی پیڈا ایکٹ کا قیدی بن گیا ہے۔ موجودہ انتظامی ڈھانچہ محض تعداد بڑھانے پر زور دیتا ہے۔ تعداد بڑھانے کے ماحول کو بہتر بنانے کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ تعلیم کے معیارِ اور حقدار کو بہتر بنانے کے لیے ہمیں 1971ء سے پہلے کے دور کی طرف لوٹنا ہوگا جب استاد لالٹین یا دیئے میں اپنا تیل ڈال کر روشنی کرتا اور راتوں کو

اپنے طلباء کو پڑھاتا تھا، ٹیوشن کے لیے نہیں محض اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے اور اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لیے۔ 1971ء سے پہلے کے دور کی طرف لوٹنے کے لئے کئی سال کی جدو جہد اور لوٹ کر آگے بڑھنے کے لیے کم از کم 20 سال چاہیں لیکن کیا ہماری عجلت پسند حکومتیں اور کرپٹ سیاسی وانتظامی اشرافیہ یہ سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہو گی؟

کئی سال پہلے جناب عطاء الحق قاسمی نے سابق آئی جی پولیس چوہدری سردار مرحوم (مصنف جہانِ حیرت) کے استاد ماسٹر غلام قادر کو آواز دی تھی کہ" ماسٹر غلام قادر واپس آؤ" اور ماسٹر غلام قادر اور اس کے خاندان کے ساتھ جو اس قوم نے کیا اس کا نوحہ لکھ کر میں نے ایک مضمون لکھا تھا کہ" ماسٹر غلام قادر کیوں واپس آئے" اصل بات یہ ہے کہ علم اور اہل علم کی توقیر کے بغیر فروغِ علم و تعلیم ممکن نہیں اور ہم نے چونکہ استاد کو کمی کمین بنا کر رکھ دیا ہے اس لیے وہ بھی دوسروں سے انتقام لینے پر اُتر آیا ہے۔ اس لیے بجٹ کی کوئی مداخلت بھی تعلیم کے فروغ کا باعث نہیں بن سکتی۔ اس سال حکومت پنجاب دس ہزار سرکاری سکول آؤٹ سورس (Out Source) کر رہی ہے۔ اگلے سال یہ تعداد بیس ہزار ہو جائے گی۔ سرکاری سکول کم ہو جائیں گے لیکن انتظامی بیوروکریسی میں اضافہ ہو جائے گا کیونکہ ہم اُسی عطار کے لونڈے سے دوا لینے کے عادی ہیں لہٰذا سرکاری سکولوں کی آؤٹ سورسنگ (Out Sourcing) بڑھتی رہے گی اور بڑھتی ہی رہے گی۔

رمضان المبارک　　مدیر

ہم نے رمضان المبارک سے کیا سیکھا؟

❁ ہم میں سے بہت سوں نے رمضان میں قرآنِ حکیم پڑھا، قیام اللیل کیا (تراویح پڑھیں یا تہجد ادا کی) پانچ وقت نماز مسجد میں ادا کی.... لیکن اگر ہم اس معمول کو اگلے گیارہ ماہ میں جاری نہیں رکھتے تو ہم نے رمضان سے کچھ نہیں سیکھا!

❁ رمضان کے روزوں نے ہمیں برداشت کرنا اور صبر کرنا سکھایا.... لیکن اب بھی اگر ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر دوسروں سے لڑ پڑتے ہیں۔ اگر ہم ٹریفک کے اشارے پر نہیں رکتے اور اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ہم نے رمضان سے کچھ نہیں سیکھا!

❁ رمضان نے ہمیں بھوک کنٹرول کرنا سکھایا.... لیکن اگر ہمارا رمضان کا کچن کا بجٹ سابقہ مہینوں سے بڑھ گیا یا ہم نے افطاریاں کھا کھا کر اپنا وزن بڑھا لیا.... تو یقین کریں ہم نے رمضان سے کچھ نہیں سیکھا!

❁ رمضان نے ہمیں پاکیزگیٔ فکر ونظر سکھائی.... لیکن اب بھی اگر ہم نیٹ پر عریاں، سائٹس یا ٹی وی پر گندے پروگرام دیکھتے ہیں یا صنفِ مخالف کو گھورنے کی ہماری عادت نہیں گئی تو ہم نے رمضان سے کچھ نہیں سیکھا!

❁ اگر اب بھی ہم گھر کا کوڑا کرکٹ گلی میں پھینکتے ہیں یا گلی کا گٹر بند ہو جائے تو خود اسے کھولنے یا کھلوانے کی کوشش کرنے کی بجائے انتظار میں رہتے ہیں کہ کوئی دوسرا یہ کام کرے تو یقین رکھیے ہم نے رمضان سے کچھ نہیں سیکھا!

لطیفۂ رمضان

وزیر داخلہ کی ایف آئی اے کو ہدایت: وہ تمام ایکٹریسیں (اداکارائیں) جن کے انگ انگ میں بجلی بھری ہے، ان کو گرفتار کر کے قوم کو بجلی فراہم کی جائے۔

ڈائریکٹر جنرل ایف آئی اے کا جواب: جناب! ایسا تو رمضان کے بعد ہی ہو سکتا ہے، ابھی تو وہ سحری اور افطار کے اوقات میں امت کو دین سکھانے میں مصروف ہیں۔

عیدرمضان

ہلالِ عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے

یہ شالامار میں اک برگِ زرد کہتا تھا
گیا وہ موسمِ گُل جس کا رازدار ہوں مَیں

نہ پائمال کریں مجھ کو زائرانِ چمن
انہی کی شاخِ نشیمن کی یادگار ہوں مَیں

ذرا سے پتّے نے بے تاب کردیا دل کو
چمن میں آکے سراپا غمِ بہار ہوں مَیں

خزاں میں مجھ کو رُلاتی ہے یادِ فصلِ بہار
خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہوں مَیں

اُجاڑ ہو گئے عہدِ کُہن کے مَے خانے
گزشتہ بادہ پرستوں کی یادگار ہوں مَیں

پیامِ عیش و مسرت ہمیں سناتا ہے
ہلالِ عید ہماری ہنسی اُڑاتا ہے

اقبال

حادثہ

اک حادثہ جو ہوا...تو کیا؟
حادثے تو ہوتے رہتے ہیں
ایک زخمی بھی ہوا، کراہتا بھی رہا...تو کیا؟
زخم تو لگتے رہتے ہیں
لَو دیتے رہتے ہیں
مگر اس حادثے سے بڑھ کر
حادثہ یہ ہوا
کہ اس زخمی کو دیکھ کر
سُن کر، کراہتا ہوا
کوئی رکا نہیں
کہ ہر کوئی
عُجلت میں تھا، جانبِ منزل رواں دواں
پہنچ کے منزل پہ جو دیکھا...مگر
آغوشِ مادر وا تھی واں (یعنی قبر)
اک حادثہ جو ہوا...تو کیا؟
حادثے تو ہوتے رہتے ہیں
زخم تو لگتے رہتے ہیں
زخم لَو دیتے رہتے ہیں...تو کیا؟

عالم اسلام　　مدیر

عالمِ اسلام-امریکی استعمار کی سازشوں کے نرغے میں

مغربی استعمار آج بھی، امریکی سربراہی میں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سرگرم عمل ہے، انہیں باہم لڑا رہا ہے ان کو چھوٹی چھوٹی کمزور ریاستوں میں تقسیم کر رہا ہے، انہیں متحد نہیں ہونے دے رہا اور انہیں پرامن طریقے سے سازشوں کے ذریعے تباہ کر رہا ہے اور جہاں ضرورت محسوس کرے انہیں طاقت سے بھی کچل دیتا ہے۔ ہم ان استعماری رویوں کی شدید مذمت کرتے ہیں اور دنیا کے ہر انصاف پسند فرد اور قوم سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مغرب و امریکہ کے اس استعماری رویے کی مذمت کرے بلکہ سب مل کر اس کی مزاحمت کریں۔

لیکن ہمیں اس سے زیادہ دکھ اور افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمان سیاسی، عسکری اور مذہبی قیادت آج تک استعمار کی غلامی سے باہر نہیں نکل سکی۔ دوسری جنگ عظیم کو ستر سال گزر چکے جب اکثر مسلم ممالک ''آزاد'' (؟) ہوئے تھے لیکن ان ستر سالوں میں مسلم امہ اپنے پیروں پر تو کیا کھڑی ہوتی، اپنی عظمت گم گشتہ کے حصول کی طرف تو کیا لوٹتی، وہ تو مغرب کی ذہنی غلامی ہی سے چھٹکارا نہیں پا سکی بلکہ اس میں اور دھنستی چلی جا رہی ہے۔ ہم مسلم سیاسی، عسکری اور مذہبی قیادت کی اس روش کی شدید ترین الفاظ میں مذمت کرتے ہیں اور انہیں غیرت دلاتے ہیں کہ وہ اس قعرِ غلامی سے نکلیں۔ ان کے اجداد نے مغربی استعمار کی غلامی سے آزاد ہونے کے لیے اس کے خلاف سیاسی اور عسکری مزاحمت کی تھی لیکن وہ اتنے بے عقل، فراست سے کورے اور حمیت سے عاری ثابت ہوئے ہیں کہ وہ آج بھی، آزادی کے ستر سال بعد بھی، مغرب کی غلامی ہی کو 'آزادی' سمجھ رہے ہیں اور اس پر مطمئن اور خوش ہیں۔ جب وہ اس قعرِ مذلت سے باہر آنے کی آرزو ہی نہیں رکھتے تو اس کے خلاف مزاحمت کیا کریں گے؟

سعودی عرب

سعودی عرب کے بارے میں یہ بات تو سب سمجھتے تھے کہ وہ امریکہ و یورپ کا بغل بچہ ہے۔ سلطان عبدالعزیز مرحوم نے 'خلافت' کا تاج پہننے اور امت مسلمہ کی سیادت کو رد کر کے امریکہ و یورپ کی پناہ میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ خود یہ عمل سطحیت، کم عقلی اور بے بصیرتی کا

مظہر تھا لیکن توقع تھی کہ سعودی حکمران مغربی امریکی غلامی پہ قانع رہنے کی بجائے حالات سے کچھ سب سیکھیں گے۔ شاہ فیصل نے تو مغرب کا تیل بند کر کے اور اسلامی کانفرنس تنظیم (OIC) کی بنیاد رکھ کر ردّ مغرب اور اتحاد امت کی بنیاد رکھ دی تھی لیکن مغرب نے نہ صرف شاہ فیصل کو شاہی خاندان کے ایک فرد کے ذریعے قتل کروا دیا بلکہ آئندہ بننے والے حکمرانوں کو یہ پیغام بھی دے دیا کہ مغرب سے بغاوت کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ چنانچہ شاہ فیصل کی شہادت کے بعد سے سارے سعودی حکمران بھیگی بلی بن کر مغرب کے تلوے چاٹ رہے ہیں۔ انہیں اتنی بھی ہوش نہیں کہ امریکی فوجی ان کے تیل کے کنوؤں پر قابض بیٹھے ہیں۔ ان کی پیٹرو ڈالر کی ساری دولت امریکہ مشرق وسطی میں جنگیں چھیڑ کر ہڑپ کر چکا اور اسے کنگال کر چکا ہے۔ امریکی دباؤ کی وجہ سے سعودی عرب اسلامی کانفرنس تنظیم (OIC) کو فعال کرنے کی ہمت نہیں کرتا اور اس طرح مسلم امہ کا لیڈر بننے سے خود کو محروم کرتا ہے۔

سعودی حکمرانوں کی بصارت اور بصیرت اتنی کمزور ہے کہ انہیں یہ نظر نہیں آیا کہ صدام کا کویت پر قبضہ کرنا اور دہران میں اس کے تیل کے کنوؤں کے لیے خطرہ بننا امریکی سازش کا نتیجہ تھا۔ اسے یہ بھی عقل نہیں کہ اب ایران جو یمن کے راستے سعودی بارڈر پر پہنچ چکا ہے اور اس کی سیکورٹی خطرے میں ہے تو یہ بھی امریکی ایرانی گٹھ جوڑ کا نتیجہ ہے۔ وہ اس حقیقت کے ادراک سے بھی قاصر ہے کہ مشرقِ وسطیٰ میں شیعہ سنیوں کو لڑانا امریکی سازش ہے۔ داعش بھی امریکہ نے بنوائی اور شام کا قضیہ بھی امریکہ نے ایرانیوں کی مدد سے کھڑا کیا۔

بہت سے مسلمان امریکہ کی اس دوغلی پالیسی کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وہ کئی فریقوں کو لڑاتا ہے اور سب کی ڈوریاں پس پردہ رہ کر ہلاتا ہے۔ وہ سب کی مدد کرتا ہے تاکہ مسلمان آپس میں لڑتے رہیں اور تباہ ہوتے رہیں۔ مثلاً شام کے بحران میں جتنے فریق ہیں وہ سب امریکی اشیر باد بلکہ اس کی پشت پناہی سے لڑ رہے ہیں۔ اس نے ایران کو ہلا شیری دی کہ وہ شام کی شیعہ نصیری حکومت کو بچانے کے لیے کود پڑے۔ اس کے جواب میں سعودیہ ایران کی مخالفت میں لڑائی میں شریک ہو گیا۔ داعش کی مدد بھی امریکہ کر رہا ہے اور کردوں کو اسلحہ اور ڈالر بھی وہی دے رہا ہے۔ لیکن سادہ لوح مسلم حکمران خصوصاً سعودی بادشاہ اس امریکی حکمت عملی کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

اس سب کچھ سے سبق سیکھنے کی بجائے سعودی حکومت نے OIC کا اجلاس بلایا اس میں

ٹرمپ کو بلوایا۔ خود خادم الحرمین الشریفین بھی ایران کے خلاف بولے اور ٹرمپ صاحب بھی۔ یوں انہوں نے OIC کو گویا پوری امت مسلمہ کو امریکہ کی جھولی میں ڈال دیا اور شیعہ سنی کو لڑانے کا زہر ان کی رگوں میں اتار دیا۔ البرہان کے قارئین گواہ ہیں کہ ہم نے البرہان کے ایک سابقہ شمارے میں صاف لکھا تھا کہ سعودی عرب دہشت گردی کے خلاف مسلم ممالک کا جو فوجی اتحاد منظم کر رہا ہے، پاکستانی جرنیل راحیل شریف کو اس کی سربراہی سونپنا اس کا واضح اشارہ ہے کہ یہ سارا ٹوپی ڈرامہ سی آئی اے اور پینٹاگون کا ہے کیونکہ راحیل شریف ان کا آزمودہ اور قابل اعتماد مہرہ ہے جس نے پاکستان میں امریکی خواہش پر وزیرستان آپریشن کیا اور امریکہ نے اسے مستحکم کرنے کے لیے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے پشاور پبلک سکول میں خونریزی کرائی۔

اس سب کے باوجود سعودی حکومت نے امریکہ کے استعماری کردار کو سمجھنے کی بجائے اسے اربوں ڈالر کے اسلحہ کے آرڈر دیے اور اسے کروڑوں ڈالرز کے تحفے دیے جب کہ خود اس کا اپنا بجٹ خسارے میں جا رہا ہے اور اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے اسے اندرون ملک اور زائرین پر ٹیکس لگانے پر مجبور ہونا پڑ رہا ہے اور خراب سعودی معیشت کی وجہ سے وہاں کمپنیاں بند ہو رہی ہیں اور ہزاروں پاکستانی بیروزگار ہو کر اور بہت سے بغیر تنخواہیں لیے وہاں سے واپس آ رہے ہیں۔

یاد رہے کہ پاکستان میں دو طرح کے لوگ سعودی حکمرانوں کی مخالفت کرتے ہیں ایک ہماری طرح کے لوگ جو سعودی حکومت کے امریکی پٹھو بننے پر برہم ہیں اور دوسرے ہمارے ملک کے سیکولر سیاستدان جیسے رضا ربانی، اعتزاز احسن اور عمران خان وغیرہ جنہیں سعودی عرب کا مذہبی چہرہ پسند نہیں۔ اسی طرح سعودی عرب کی حمایت بھی ہمارے ہاں دو طرح کے طبقے کرتے ہیں۔ ایک وہ حکمران جو سعودی عرب سے مالی فائدے اٹھاتے ہیں اور ان میں اور سعودی حکمرانوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں امریکی پٹھو ہیں۔ دوسرا طبقہ جو سعودیوں کا حامی ہے وہ مذہبی لوگ ہیں جو سلفی ہونے کی وجہ سے خود کو سعودیوں کے قریب پاتے ہیں اور وہاں کی دولت اور اثر ورسوخ سے مستفید ہوتے ہیں۔

ایران

ہم سمجھتے ہیں کہ ایرانی حکمران نہایت ہوشیار، چالاک اور ذہین ہیں۔ امام خمینی کے زمانے

میں بلاشبہ ایران نے اپنے مفادات کی حفاظت کی اور امریکی بالادستی قبول کرنے سے انکار کیا اور عراق سے طویل جنگ لڑی جو امریکی وکٹ پر کھیل رہا تھا لیکن بعد میں آنے والی قیادت نے محسوس کرلیا کہ اس سے نہ ایرانی انقلاب برآمد کرنے میں سہولت ملی اور نہ شیعیت کے پھیلاؤ میں اور نہ خطے میں موجود شیعی عناصر (Pockets) کو متحرک کرنے میں۔ چنانچہ امام خمینی کے بعد آنے والی ایرانی قیادت نے اپنے ان تین مقاصد (برآمدگیٔ انقلاب، شیعیت کا پھیلاؤ اور منطقہ میں شیعی اقلیت کو چارج کرنا) کے لیے امریکی دانہ چگنے کا فیصلہ کرلیا۔ چنانچہ عراق، شام اور یمن میں بلکہ پاکستان، افغانستان اور بحرین وغیرہ میں بھی جو کچھ ہو رہا ہے وہ امریکہ اور ایران کی پس پردہ خاموش مفاہمت کا نتیجہ ہے۔ امریکہ کے پیش نظر مسلمان ممالک کو آپس میں لڑانا اور تباہ کرنا ہے جبکہ ایران کا مقصد علاقے میں شیعیت کا پھیلاؤ اور استحکام ہے۔

ہم ماضی میں ایران کی امریکہ دشمن پالیسی کی وجہ سے اس کی حمایت کرتے رہے ہیں اور اب بھی پاکستان میں بحیثیت ایک مسلک کے اس کے ساتھ (Co-existence) کے ہم حامی ہیں، مطلب یہ کہ انہیں برداشت کیا جائے اور ان کے ساتھ حالت حرب میں نہ رہا جائے۔ شیعہ سنی قتل وغارت کی حوصلہ شکنی کی جائے اور فرقہ واریت کی آگ کو نہ بھڑکایا جائے بلکہ اختلاف کے باوجود اوران کے مسلک کو غلط سمجھنے کے باوجود ان کے وجود کو مٹانے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ ان کے ساتھ علمی وفقہی اختلافات میں مشترکات کی پاس داری کی جائے۔ لیکن جہاں تک ان کے تباہ کن سیاسی کردار کا تعلق ہے جس کی جڑیں ماضی میں عبداللہ بن سبا، خلافت عباسیہ کے وزیر علقمی، مصر کی فاطمی سلطنت اور اب مشرق وسطی کے بارے میں ایران کی پالیسی بلکہ خود پاکستان کے بارے میں اس کا جو رویہ ہے، ظاہر ہے اس کی مذمت تو کی جاسکتی، حمایت نہیں۔

پاکستان

پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت شروع سے امریکی کیمپ سے وابستہ رہی ہے۔ ہماری رائے میں جو کچھ ہوا وہ غلط اور نامناسب تھا۔ ہمیں امت کو متحد کر کے ایک خود مختار قوت بنانا تھا جب کہ ہمیں آزاد اور غیر جانبدار رہنا چاہیے تھا لیکن ہماری سیاسی اور عسکری قیادت نے امریکی کیمپ میں جانے اور روس کی مخالفت کرنے کا غلط فیصلہ کیا جس کی سزا ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔

ظاہر ہے افغانستان پر امریکہ اور یورپ کا حملہ، پاکستان پر دباؤ اور زبردستی اس کی حمایت

حاصل کرنا اور مشرف حکومت کا امریکہ و یورپ کا بھرپور ساتھ دینا، پاکستانی فوج پر دباؤ ڈال کر اسے قبائلیوں سے لڑانا، بھارت اور افغانستان کو ساتھ ملا کر پاکستان کا ناطقہ بند کرنا سرحدی خلاف ورزیوں کے ساتھ ساتھ پاکستان میں دہشت گرد کاروائیاں کرنا، اس کی ایٹمی صلاحیت کو ضائع کرنے کی کوشش کرنا بلکہ اب ایران کو ساتھ ملا کر پاکستان کو چاروں طرف سے گھیرنا اندھوں کو بھی نظر آرہا ہے۔ پاکستان اس صورت حال کو توڑ کرنے ک لیے چین کے قریب ہورہا ہے اور روس کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے کے لیے کوشاں ہے۔

پاکستانی اسٹیبلشمنٹ اگر دوسروں کی ذہنی غلامی سے نکل کر عقل و حکمت اور بصیرت سے کام لے تو اسے سمجھنا چاہیے کہ اس کے پاس اس صورت حال سے نکلنے اور اپنی بقاء اور ترقی واستحکام کی طرف بڑھنے کے لیے مندرجہ ذیل سٹرٹیجی کے سوا اور کوئی چارہ نہیں:

۱۔ داخلی استحکام: جو صرف اس طرح حاصل ہوسکتا ہے کہ پاکستان اس نظریے پر قائم رہے جس کی اساس پر یہ قائم ہوا تھا۔ اسلام اور نظریۂ پاکستان پر یکسوئی اس کے لیے ناگزیر ہے۔ جب ہماری اسٹیبلشمنٹ اخلاص سے اس اصول پر عمل کا سوچے گی تو اسے ادراک ہوگا کہ اس کام میں اس کی بہترین معاون یہاں کی دینی قوتیں ہیں۔ انہیں ساتھ ملا کر وہ فرد، معاشرے اور ریاست کی ہر سطح پر اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوسکتی ہے، عوامی حمایت حاصل کرسکتی ہے اور عوام کے مسائل حل کرسکتی ہے۔

۲۔ مغرب کی فکری و تہذیبی غلامی سے نکلنا: اپنی نظریاتی اساس پر یکسوئی سے عمل اور اس کے لیے امہ کے اتحاد اور اس حمایت سے اسے وہ خود مختاری حاصل ہوجائے گی جس سے وہ مغرب کی بالادستی کو جھٹک سکے، مسلمانوں کے خلاف امریکہ کی نام نہاد "دہشت گردی کے خلاف جنگ" سے باہر آسکے اور مغرب کے ساتھ تعلقات میں نئی اسٹریٹجی وضع کرسکے۔

۳۔ چین (اور روس) کے ساتھ تعلقات کی نوعیت بھی غلامانہ ذہنیت والی نہیں ہونی چاہیے۔ جو کہ اس وقت صاف نظر آرہی ہے اور ہم کئی دفعہ البرہان میں اسٹیبلشمنٹ کو اس پر ٹوک بھی چکے ہیں۔

ہماری رائے میں جب تک ہماری اسٹیبلشمنٹ مندرجہ بالا حکمت عملی نہیں اپنائے گی وہ مسائل کی دلدل سے نہیں نکل پائے گی۔

قطر-جنگِ غلاماں

مشرق وسطی کے بارے میں ماضی میں یورپ کی اور آج کل امریکہ کی پالیسی کیا ہے؟

ایک: اسرائیل کا تحفظ واستحکام، ہر قیمت پر

دوم: علاقے کے مسلم ممالک کو اتنا طاقتور اور نظریاتی لحاظ سے پختہ نہ ہونے دینا کہ وہ اس کے پالتو اسرائیل کے لیے خطرے کا باعث بن سکیں۔ اس غرض سے وہ کثیر جہتی (Multi dimentional) منصوبے تیار کرتا ہے اور انہیں پرامن طریقے سے سازشوں کے ذریعے بروئے کار لاتا ہے اور ناکامی کی صورت میں اپنی اور حلیفوں کی جدید اور مہیب فوجی قوت سے اپنے مخالفین کو کچل ڈالتا ہے۔ مشرق وسطی میں ہونے والے واقعات اور اتھل پتھل کو اسی تناظر میں سمجھا جا سکتا ہے مثلاً:

- عراق کے صدام حسین کا تختہ الٹنا، وہاں شیعہ سنی منافرت کو ہوا دینا۔ عراق کو مذہبی، نسلی، علاقائی بنیادوں پر تقسیم کر دینا چنانچہ اس وقت وہاں بغداد پر شیعی حکمران ہیں۔ ردعمل کے طور پر سنی عناصر کو داعش کی صورت میں منظم ہونے دیا گیا اور تیسری طرف کردوں کو ہلاشیری دی اور اس طرح عراق تین گروپوں میں تقسیم ہو گیا۔ تینوں آپس میں لڑ رہے ہیں اور تینوں کو رہنمائی، تربیت اسلحہ اور ڈالرز امریکہ دے رہا ہے۔

- عراق کے بعد شام میں تھوڑی سی جان تھی۔ وہاں اقلیتی شیعہ حکمرانوں کے خلاف اکثریتی سنی آبادی اٹھ کھڑی ہوئی تو امریکہ نے ایک طرف ایران کو شہ دی کہ وہ شیعی بشارالاسد کی مدد کرے اور علاقے میں شیعی اثرات کو پھیلانے اور مستحکم کرنے کے لیے ایران بشارالاسد کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ دوسری جانب اس نے سعودیوں اور اس کے حمایتیوں (متحدہ عرب امارات وغیرہ کو شہ دی کہ شیعوں کو شام میں قدم نہ جمانے دو اور تیسری طرف الاخوان المسلمون اور القاعدہ کے حامیوں کو بھی ظالم شیعہ حکومت کے خلاف متحرک کیا۔ یوں شام میں سارے جنگی فریقوں کا پشتیبان امریکہ ہے۔ ترکی اور روس بھی اپنے مفادات کے لیے بیچ میں کود پڑے ہیں۔ نتیجتاً شام تباہ ہو رہا ہے، لوگ دربدر ہو رہے ہیں، کچلے جا رہے ہیں اور مارے جا رہے ہیں۔ اور امریکہ وروس کے علاوہ سارے گروپ مسلمان ہیں۔ گویا مارنے والے بھی مسلمان اور مرنے والے بھی مسلمان۔

- مصر کا کیا حشر کیا گیا؟ منتخب صدر مرسی کو اس لیے امریکہ نے ہٹوادیا (سعودیہ کی مدد سے) کہ وہ اسلامی ذہن کا حامل تھا، مصر کو استحکام عطا کرسکتا تھا اور اسرائیل کے لیے خطرہ ہوسکتا تھا۔

- عربوں اور ایران کو لڑانے کے ساتھ ساتھ امریکی استعمار نے اب عربوں کو آپس میں لڑانے کا فیصلہ کیا ہے ورنہ قطر بیچارے نے کسی کا کیا بگاڑا ہے؟ دہشت گردی کا الزام بے معنی ہے۔ امریکہ اس وقت دنیا میں سب سے بڑا دہشت گرد ہے، جو خود بھی دہشت گردی کرتا ہے (عراق، افغانستان، شام، لیبیا بلکہ یمن اور پاکستان اس کا زندہ ثبوت ہیں)، اپنے خلیفوں سے بھی کراتا ہے، ڈالر دیتا ہے، اسلحہ اور فوجی تربیت دیتا ہے... اور الزام مولویوں پر، دینی مدرسوں پر اور جدید تعلیم یافتہ مذہب پسندوں پر یہاں تک کہ اگر کوئی مغرب کے تیار کردہ مائنڈ سیٹ کے مطابق مسلمانوں کے مقدسات کی توہین کرے اور ردعمل میں کوئی مسلمان مشتعل ہوکر اس بدبخت کو قتل کردے تو اسے بھی دہشت گرد قرار دے دیا جاتا ہے۔

اور اب چاقو انقلاب

مسلمانوں کی بے عقلی، نالائقی اور حماقت کی انتہا دیکھیے کہ نہ صرف ہمارے سیاسی حکمران اور مقتدر طبقات مغربی شیطان کے جال میں جکڑے ہوئے ہیں اور وہ مغرب کی ترغیب اور پشت پناہی سے اسلام کی بجائے مغربی فکر وتہذیب کو اپنے ہاں قوت سے نافذ کررہے ہیں بلکہ اس لادینیت کے ردعمل میں جو دینی تحریکیں اٹھیں، ان کو انتہا پسندی کی طرف لے جانے والا، ان کو اسلحہ، ڈالر اور تربیت دینے والا اور ان کو مسلم حکمرانوں سے لڑانے والا بھی امریکہ ہی ہے۔ القاعدہ، داعش اور پاکستانی طالبان اس کی جیتی جاگتی مثالیں ہیں۔

چلیے توپ، میزائل، ٹینک، لڑاکا ہوائی جہاز اور خودکش حملوں کا استعمال تو سمجھ میں آتا ہے کہ اس سے دشمن کو کچھ نقصان پہنچایا جاسکتا ہے لیکن آج اکیسویں صدی میں اسلامی انقلاب کے لیے چاقو کا استعمال؟ سچی بات ہے اس سطحیت بے عقلی اور جنون پر ہنسی آتی ہے اور رونا بھی آتا ہے اس سے پہلے ہمیں پاکستانی طالبان کی لیڈر شپ پر بھی ہنسی آتی تھی جن میں سے کوئی سابقہ ٹرک ڈرائیور تھا اور کوئی مدرسے کا بھگوڑا نالائق طالب علم۔ اس طرح کی افرادی قوت سے مغربی فکر وتہذیب کا مقابلہ کرنا اور چاقو اور درّے کی بنی ہوئی بندوقوں سے مغرب کی جدید ترین کمپیوٹرائزڈ اور مہیب جنگی مشینری کا مقابلہ کرنا، اس پر کم سے کم یہی تبصرہ کیا جاسکتا ہے کہ ع کارِ طفلاں تمام خواہد شد۔

تحفظ ناموس رسالت　　　　علامہ محمد صدیق

مردان یونیورسٹی کیس پر جے آئی ٹی رپورٹ

چند غور طلب پہلو اور چند غور طلب سوالات

اگر مشال گستاخ نہیں تھا تو اصل گستاخ کون ہے؟ مشال قتل کیس کے حوالے سے جوائنٹ انوسٹیگیشن ٹیم کی رپورٹ یونیورسٹی میں بے ضابطگیوں، اسلحہ کلچر، سیاسی اور سفارشی بنیادوں پر بھرتی کیے گئے سٹاف اور دوسرے معاملات پر مشال کی طرف سے تنقید اور کھل کر بات کرنے کے اردگرد گھومتی ہے۔

مشال قتل پری پلان تھا۔ ایک ما※ پہلے یونیورسٹی ملازم اور پختون سٹوڈنٹ فیڈریشن کے صدر کے درمیان مشال کو راستے سے ٹانے کی بات ہوئی تھی۔ مشال تو※ ین مذ※ ب کا مرتکب نہیں ہوا تھا وغیر※ وغیر※

رپورٹ کے متن پر غور کرتے جایئے اس میں ان بے ضابطگیوں پر زور دیا جا رہا ہے جو یونیورسٹی میں پائی جاتی تھیں تا کہ اس تناظر میں مشال کو ایک ریفارمر اور پبلک فِگر کی شکل میں پیش کیا جائے اور اصل مسئل※ کی طرف دھیان نہ دیا جائے۔

ہم اس بات کا کھل کر اعتراف کرتے ہیں کہ مذکور※ بے ضابطگیاں یونیورسٹی میں پائی جاتی تھیں اور کسی حد تک مشال ان کے خلاف بول بھی رہا تھا۔ بالفرض یونیورسٹی انتظامیہ مشال سے تنگ آ چکی تھی، مشال کو راستے سے ٹانے کا مرحلہ درپیش تھا۔ یہاں بات کو آگے بڑھانے سے پہلے چند سوالات ناگزیر ہیں۔

- کیا مشال ایک بہت بڑا پبلک فگر تھا؟
- کیا مشال ایک بہت بڑا سیاسی لیڈر تھا؟
- کیا مشال کی ٹارگٹ کلنگ کے بعد عوامی سطح پر ہنگامے پھوٹ پڑتے؟
- کیا مشال ایک بہت بڑا ڈان تھا؟

- کیا مشال بلٹ پروف گاڑی میں پھرتا تھا؟
- کیا و※ سینکڑوں باڈی گارڈز کے نرغے میں ہوتا تھا؟
- کیا مشال تک عام آدمی کی رسائی ناممکن تھی؟
- کیا رات کی تاریکی میں ٹارگٹ کلنگ کے زریعے مشال کو قتل کرنا ناممکن تھا؟

اگر ان تمام سوالات کے جوابات نفی میں ہیں اور یقینا نفی میں ہوں گے تو پھر مشال کو قتل کرنے کے لیے اتنے بڑے ڈرامے کی کیا ضرورت تھی کہ پہلے اس کو گستاخ مشہور کیا گیا پھر اسے قتل کیا گیا۔ انتہائی سہولت کے ساتھ ٹارگٹ کلنگ کے ذریعے یا کسی اور محفوظ طریقے سے اسے قتل کیا جاتا جس کا نہ کوئی ثبوت ہوتا نہ گوا※، ایک عام سٹوڈنٹ کی طرح مشال زندگی گزارتا رہا اس کو قتل کرنا اتنا مشکل نہیں تھا کہ اس کے لیے پہلے خود گستاخ بننا پڑتا۔

ہوش کرو اور جس نے گستاخانہ مواد شیئر کیا ہوگا یقینا و※ بھی تو مسلمان ہوگا! جس نے گستاخانہ مواد کمنٹ کرنے کی سکیم بنائی ہوگی و※ بھی تو مسلمان ہوگا۔ ایک مسلمان ایک بے گنا※ انسان کو راستے سے ٹانے کے لیے اتنی گھناونی اور مشکل ترین حرکت کیوں کرے گا؟ اس پر توجہ دی جائے۔

مشال تو ※ین مذ※ب کا مرتکب نہیں ہوا تھا جن لوگوں کے ساتھ مشال کے ڈیبیٹس ہوئے تھے اور انہی ڈیبیٹس میں مشال گستاخی کا مرتکب بھی ہوا تھا ان طلباء کے عدالتی اور حلفیہ بیانات کو اگر ا※میت نہیں دی جاتی تو ہم کسی حد تک مان لیں گے کہ و※ مدعی ہے اور ان کو گوا※ پیش کرنے ہوں گے لیکن:

- جس آئی ڈی سے گستاخانہ مواد کمنٹ کیے گئے کیا وہ آئی ڈی مشال کے اپنے نام پر رجسٹرڈ نمبر پر نہیں بنائی گئی تھی؟
- کیا یہ آئی ڈی 4،5 سال سے مشال کے زیر استعمال نہیں تھی؟
- کیا 2 سال سے مسلسل کسی کے نام پر گستاخانہ مواد والی فیک آئی ڈی چل سکتی ہے؟
- کیا 2 سال تک ایک بند※ اپنے نام پر فیک آئی ڈی سے بے خبر ر※ سکتا ہے؟
- اور اگر یہ آئی ڈی فیک تھی تو اوریجنل آئی ڈی کون سی ہے؟

- اور اگر یہ اوریجنل ہے تو فیک آئی ڈی کون سی ہے؟

- اور اگر یہ آئی ڈی فیک تھی تو استعمال کرنے والا کون تھا؟ جے آئی ٹی فیک آئی ڈی استعمال کرنے والے اصل گستاخ کو منظر عام پر کیوں نہیں لائی؟

- ایک ماہ پہلے مشال کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ اگر بقول جے آئی ٹی یہ بات درست ہے تو گستاخانہ مواد جو مشال کی آئی ڈی میں پایا گیا کیا وہ 2015-16ء کا نہیں ہے؟

- یونیورسٹی انتظامیہ کے ساتھ مشال کش مکش جنوری 2017ء میں شروع نہیں ہوئی۔ اگر گستاخانہ مواد 2 سال پرانا ہے اور قتل کا منصوبہ ایک ماہ پہلے بنا تو مشال قتل کیس پری پلان کیسے تھا؟

- ایک سادہ سا سوال کیا مشال واقعے سے پہلے کالجز اور یونیورسٹیز میں لڑائیاں نہیں ہوئیں؟

- کیا ان لڑائیوں میں طلباء قتل نہیں ہوئے؟

- کیا ان مقتول طلباء میں کسی پر بھی گستاخ کا ٹھپہ لگایا گیا؟

اگر نہیں تو پھر میرا آخری سوال یہ ہے کہ اگر مشال گستاخ نہیں تھا تو اصل گستاخ کون ہے؟ یا تو مشال کو گستاخ ڈیکلیئر کرو یا اصل گستاخ کو سامنے لاؤ۔

تحفظ ناموس رسالت سید خالد جامعی

مشال قتل کیس۔ جے آئی ٹی رپورٹ کا تجزیہ

اس رپورٹ کے بارے میں چند علماء سے مکالمہ

مشال واقعہ کی جے آئی ٹی تو ایک صوبائی حکوت کی ٹیم تھی، پانامہ کیس کی جے آئی ٹی تو سپریم کورٹ نے بنائی، اس کے بارے میں مسلم لیگ کے تمام راہنماؤں نے واضح طور پر کہا ہے کہ یہ جے آئی ٹی یا قصائی کی دکان؟ جے آئی ٹی کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا، مشاہداللہ نے کہا جے آئی ٹی جانب دار ہے یہ جے آئی ٹی ہے یا قصائی کی دکان ہے، رانا ثناء اللہ نے کہا اگر جے آئی ٹی رپورٹ متنازع ہوئی تو سنسنی خیز صورتحال پیدا ہوگی، ملک کے لیے بہتر نہ ہوگی، جے آئی ٹی کے خلاف تحریک چلی تو وہ سب سے آگے ہوں گے۔ جے آئی ٹی سپریم کورٹ نے بنائی مگر وہ سپریم کورٹ نہیں۔ شریف فیملی کی تضحیک کی جارہی ہے (جنگ کراچی ۸ جون ۲۰۱۷)۔ سپریم کورٹ کی جے آئی ٹی رپورٹ آنے سے پہلے ہی نواز لیگ نے اس کا حشر کردیا ہے یہ جے آئی ٹی کی نہیں اصلاً سپریم کورٹ کی کھلم کھلا توہین ہورہی ہے اس کو متنازع بنایا جارہا ہے، کہا جارہا ہے کہ رپورٹ نواز شریف کے حق میں آنی چاہیے۔ حیرت ہے کہ علماء نے مشال کی جے آئی ٹی پر اس طرح کی جرأت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ کیا تمام جرأت صرف سیکولر، لبرل، سیاسی لوگوں کے پاس ہی ہے؟ کیا کسی عاشق رسول میں اتنی طاقت بھی نہیں ہے کہ نواز لیگ جیسی تنقید تخلیق کرسکے؟

مشال خان کے واقعے پر جے آئی ٹی رپورٹ شائع ہوئی تو اس پر ایک مختصر تبصرہ راقم کے قلم سے لکھا گیا جس پر بعض علماء نے فون کے ذریعے کچھ اعتراضات، شبہات، استفسارات کیے، اشکالات پیش کیے اور اس رپوٹ کی افادیت، صداقت، حقیقت، مقاصد، کے بارے میں اہم سوالات اٹھا کر راقم کا تفصیلی نقطہ نظر جاننے کی کوشش کی۔ محترم علماء کرام سے وقتاً فوقتاً ہونے والی یہ گفتگو مرتب کرکے پیش کی جارہی ہے۔ بعض جگہ حوالہ جات کا اضافہ بھی کردیا گیا ہے حالانکہ گفتگو میں ان حوالوں کا صرف اشارہ تھا یا ذکر کیا گیا تھا۔ تمام عبارتیں اور تفصیلات گفتگو کا حصہ نہیں تھیں۔ امید ہے کہ اس تحریر سے تمام خدشات، ابہامات، اشکالات اعتراضات دور ہوجائیں گے۔

جے آئی ٹی رپورٹ ۱۴/اپریل ۲۰۱۷ءکو تیار ہوگئی تھی

سوال: کیا جے آئی ٹی رپورٹ کا جو خلاصہ اخبارات میں جاری ہوا آپ اس سے اتفاق رکھتے ہیں؟ کیا یہ درست رپورٹ ہے؟

جواب: جے آئی ٹی رپورٹ سولہ سو صفحات پر مشتمل ہے اور ابھی تک عام نہیں کی گئی۔ اس کا جو خلاصہ بیان ہوا ہے ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے اور نہ اس خلاصے کی بنیاد پر پیش کردہ نتیجے کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ رپورٹ کا محور صرف ایک نکاتی ایجنڈہ ہے ''مشال خان نے توہین رسالت نہیں کی، توہین رسالت کا الزام بالکل غلط تھا۔ مشال بے گناہ تھا اسے توہین کے جھوٹے الزام پر قتل کیا گیا''۔

انگریزی اخبارات نے رپورٹ کا یہی خلاصہ پیش کیا ہے۔

Mashal's Murder was pre-meditated

Mashal cleared of Blasphamy Allegation

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ میڈیا کی تیار کردہ رپورٹ ہے بلکہ عاصمہ جہانگیر کا نقطۂ نظر ہے میڈیا نے مشال کے قتل کے دس منٹ بعد بغیر کسی ثبوت، تحقیق کے یہی کہا تھا کہ مشال توہین رسالت کا مجرم نہیں تھا وہ بے گناہ تھا وہ تو صرف ایک سوال اٹھانے والا مفکر تھا اس کی موت سوال اٹھانے والے کی موت ہے پاکستانی معاشرے میں یہ سوال کی موت ہے۔

میڈیا اسے کرٹیکل تھنکر [Critical Thinker] کے طور پر پیش کر رہا تھا جے آئی ٹی رپورٹ میڈیا کے بے بنیاد جھوٹے، طے شدہ ایجنڈے اور دعوے کی تائید، تصدیق، توثیق کرتی ہے اور اس یک رخی رپورٹ One dimensional Report کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ حقائق سے مکمل انحراف پر مبنی ہے یہ سچائی اور صداقت کے انکار پر مشتمل ہے۔ اس رپورٹ کا مقصد پاکستانی لبرلز کا مقدمہ مضبوط کرنا ہے جو ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ پاکستان میں کوئی توہین رسالت نہیں کرتا۔ کوئی مسلمان توہین رسالت کا سوچ بھی نہیں سکتا اصلاً ملا توہین رسالت کی آڑ میں اپنے مقاصد حاصل کر رہے ہیں ملا اور مولوی کے غلط، فرسودہ، رجعت پسند اسلام پر لبرل جب تنقید کرتے ہیں تو ملا اس تنقید کو روکنے کے لیے توہین رسالت کا شور مچا کر اپنے مخالفین کو

خاموش کرادیتے ہیں۔

عاصمہ جہانگیر نے کہا توہین رسالت کوئی نہیں کررہا
جے آئی ٹی رپورٹ اسی اصول پر تیار ہوئی

عاصمہ جہانگیر نے تو نہایت ڈھٹائی سے صحافیوں سے بات کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں کہیں توہین رسالت نہیں ہورہی نہ کوئی توہین کررہا ہے۔ صحافیوں سے انہوں نے کہا کہ انھوں نے کبھی سوشل میڈیا پر توہین رسالت پر مبنی کوئی لوازمہ کبھی نہیں دیکھا۔ پاکستان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے مسلمان کیسے توہین کرسکتے ہیں؟ جے آئی ٹی رپورٹ بھی عاصمہ جہانگیر کے اسی مفروضے، قضیے اور فلسفے کے عین مطابق تخلیق (Create) کی گئی ہے۔ یہ سرے سے تحقیق (Research) نہیں ہے۔ عاصمہ جہانگیر کا نقطہ نظر ان کے اپنے الفاظ میں پڑھیے:

When asked a campaign recently launched by the Pakistan Telecommunication Authority that involves SMS messages against blasphemy on social media, Ms Jahangir said she has never seen blasphemous material on social media but some elements that have their own interests not only see it but also react to it.

"There are 95pc Muslims in the country and the other 5pc non-Muslims have no interest in blasphemy. The PTA's message is not understandable and I do not know why it feels every person is committing blasphemy," she said.)Dawn, May 11th, 2017)

پاکستانی لبرل ابھی نہیں کہہ سکتے کہ توہین رسالت ہمارا حق ہے
پاکستانی معاشرہ ترقی یافتہ، تعلیم یافتہ نہیں ہدایت یافتہ ہے۔

تمام لبرل اور سیکولر جانتے ہیں کہ پاکستانی معاشرہ ابھی اتنا آزاد نہیں ہوا کہ وہ یہاں کھلم کھلا یہ کہہ سکیں کہ توہین رسالت انسانی حقوق کے منشور اور پاکستانی آئین کے تحت ہر شخص کا بنیادی حق ہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ لوگ ان کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ پاکستانی ابھی تک اتنے

مہذب اور اتنے تعلیم یافتہ، ترقی یافتہ نہیں ہوئے، وہ ابھی تک ہدایت یافتہ ہیں اور ہدایت یافتہ کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے خیر کے خلاف کوئی شر برداشت نہیں کرتا، خون کی لکیر سے اپنے حق کی، ایمان کی شہادت دیتا ہے لہذا لبرل نے یہ طے کرلیا ہے کہ جب بھی توہین رسالت کا کوئی مسئلہ آئے میڈیا، سیکولر، لبرل سب ایک ساتھ یہی کہیں گے کہ توہین رسالت نہیں ہوئی یہ جھوٹ ہے افتراء ہے، الزام ہے، اتہام ہے، دشنام ہے۔ عاصمہ جہانگیر نے نہایت بے شرمی سے یہی دعویٰ کیا ہے حالانکہ انٹرنیٹ، فیس بک، سوشل میڈیا پر توہین مذہب اور توہین رسالت پر مبنی لوازمہ بہت بڑی تعداد میں موجود ہے جے آئی ٹی رپورٹ بھی عاصمہ جہانگیر کے موقف کی سو فیصد ترجمانی ہے۔

جے آئی ٹی رپورٹ لبرل ایجنڈا کے مطابق تیار ہوئی ہے

اس دعوے کے سات ثبوت ہیں:

جے آئی ٹی رپورٹ جو ۴ رجون ۲۰۱۷ء کو جاری ہوئی یہ اصلاً ۱۴/اپریل ۲۰۱۷ء کو تیار ہوگئی تھی البتہ جے آئی ٹی رپورٹ صرف جون کے مہینے میں جاری کی گئی ہے۔ مشال کے قتل کی رپورٹ کو کیسے تیار کیا جائے اس کا فیصلہ ۱۴/اپریل ۲۰۱۷ء کو ہی کرلیا گیا تھا یہ ایک طے شدہ، رپورٹ ہے یہ تاریخی حقیقت ہے۔

سوال: آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جے آئی ٹی رپورٹ ۱۴/اپریل کو تیار ہوگئی تھی؟ آپ کے پاس اتنے بڑے دعوے کا کیا ثبوت ہے؟

جواب: پندرہ اپریل کے اخبارات پڑھ لیجیے ان میں کیا لکھا ہے!

(۱) تحریک انصاف کے عمران خان نے ۱۴/اپریل کو بیان دیا کہ مشال خان نے توہین رسالت کا ارتکاب نہیں کیا۔ (تمام قومی اخبارات ۱۵ اپریل ۲۰۱۷)

(۲) عمران خان کی تقلید میں صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ پرویز خٹک نے بغیر کسی تحقیقات کے ۱۴ اپریل ۲۰۱۷ کو اسمبلی میں بیان دیا:

We have yet not found any blasphemious material in the case.[Express Tribune 15-4-2017]

وزیر اعلیٰ کا بیان وہی ہے جو جے آئی ٹی رپورٹ کا خلاصہ ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں

بغیر تحقیق ،ثبوت کے جو بیان وزیر اعلیٰ نے دیا۔وہی بیان جے آئی ٹی نے دے دیا یہ محض اتفاق نہیں ہے یہ طے شدہ ایجنڈا ہے۔

(۳)عمران خان اور وزیر اعلیٰ صوبہ پختونخواہ کی تقلید میں صوبہ پختونخواہ کے ایک اعلیٰ پولیس افسر نے بھی یہی بیان ۱۴/اپریل کو اخبارات کو دیا۔

A senior police official overseeing the inquiry told the Express Tribune that there were no traces of any blasphamous content on either in the victims cell phone or his social media [17-4-[Express Tribune 15account

صرف ایک دن میں ہی پولیس نے سب تحقیق کرلی۔اگر ہماری پولیس اتنی مستعد، موثر، متحرک،فرض شناس ہوتی تو پاکستان جرائم سے پاک ہوجاتا۔اگر پولیس ٹھیک ہوتی تو مردان یونیورسٹی کی طرف سے مشال کے کیمپس میں داخلے پر پابندی کے حکم پر عمل کراتی،مشال کو داخل نہ ہونے دیتی،طلباء مشتعل نہ ہوتے۔پولیس نے ذمہ داری کا مظاہرہ نہیں کیا،اب جھوٹ بھی بول رہی ہے۔

(۴)تحریک انصاف اور وزیر اعلیٰ کی تقلید میں سرحد کے آئی جی پولیس نے سپریم کورٹ میں پیشی پر اخبارنویسوں سے بات کرتے ہوئے کہا کہ مشال کے خلاف توہین مذہب کے شواہد نہیں ملے۔یونیورسٹی انتظامیہ نے ڈی ایس پی کو واقعہ کا نہیں بتایا (جنگ کراچی ۱۹/اپریل ۲۰۱۷ء)

(۵)تحریک انصاف کے صدر عمران خان نے ۱۸ اپریل کو مشال کے گھر والوں سے تعزیت کی تو کہا تفتیش سے واضح ہوگیا کہ مشال کا قتل توہین رسالت نہیں سازش تھی ۔(جنگ کراچی ۱۹ اپریل ۲۰۱۷ء)

(۶)ماہنامہ الشریعہ کے مدیر عمار خان ناصر اور وسعت اللہ خان نے ۲۲/اپریل کو ملاقات میں یہی فیصلہ سنادیا تھا کہ مشال نے توہین رسالت نہیں کی اسے یونیورسٹی انتظامیہ اور پولیس نے مل کر نے تنقید پر قتل کرایا۔عمار ناصر نے مئی کے الشریعہ میں اسی موقف کو اداریے کی صورت میں پیش کیا اور پاکستان کو ایک سیکولر ملک بنانے کی خواہش کا اظہار کیا۔جے آئی ٹی رپورٹ بھی یہی کہہ

رہی ہے۔

(۷) جاوید غامدی کے شاگرد رشید سلیم صافی نے بغیر کسی تحقیق اور ثبوت کے ''جرگہ'' میں مشال کو صوفی ثابت کر دیا حالانکہ مشال کے بارے میں بی بی سی اور AFP کی رپورٹ انگریزی اخبارات میں شائع ہوئی کہ وہ جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتا تھا۔ وہ خود کو Humanist کہتا تھا۔ سارے انگریزی اخبار، تمام غیر ملکی میڈیا جھوٹا ہے بس جے آئی ٹی رپورٹ سچی ہے۔ غامدی صاحب کے مذہب میں شاید صوفی وہی ہوتا ہے جو نماز نہیں پڑھتا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دیتا ہے۔ (استغفر اللہ)

مشال کے مسئلے پر عمران خان، نواز شریف ایک ہو گئے

حیرت ہے علماء ابھی تک سوچ رہے ہیں۔

یہ سات (۷) ثبوت بتا رہے ہیں کہ جے آئی ٹی رپورٹ پہلے سے طے شدہ اصول کے مطابق لکھی گئی کہ مشال نے توہین رسالت نہیں کی تا کہ پاکستانی لبرلز کے ایجنڈے کو ثابت کیا جا سکے کہ ملا اپنی حاکمیت قائم رکھنے اپنی بالادستی برقرار رکھنے کے لیے توہین رسالت کا شور مچاتے ہیں اصلاً پاکستان میں کوئی توہین رسالت کیسے کر سکتا ہے یہ مسلمانوں کا ملک ہے مشال نے توہین نہیں کی میڈیا نے یہ دعویٰ بغیر کسی ثبوت کے مشال کے قتل کے دس منٹ بعد پیش کر دیا۔ عمران خان نے بھی یہی بات کہی۔ وزیر اعلیٰ پختونخواہ، آئی جی پختونخواہ نے بھی یہی دعویٰ کیا۔ حتیٰ کہ وزیر اعظم بھی یہی کہہ رہے ہیں یعنی مشال کے مسئلے پر سب اپنے سیاسی اختلافات بھلا کر اکٹھے ہو گئے ہیں۔

حیرت ہے کہ علماء ابھی تک سوچ رہے ہیں کھل کر نہیں کہہ رہے حالانکہ مفتی منیب الرحمن صاحب اپنے کالم میں واضح طور پر مشال کو توہین رسالت کا مجرم قرار دے چکے ہیں مگر پاکستانی ریاست، میڈیا، لبرل مافیا علماء کے موقف کو تسلیم نہیں کر رہی۔

توہین کا سبب یہ ہے کہ آزادی کے عقیدے کی تنقید نہیں پڑھائی جاتی

آزادی سائنس، سوشل سائنس کا عقیدہ ہے

عاصمہ جہانگیر کا یہ دعویٰ کہ پاکستان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور کوئی مسلمان توہین

رسالت کیسے کرسکتا ہے ایک باطل استدلال ہے۔ ۱۹۸۴ سے ۲۰۰۴ تک توہین کے پانچ ہزار مقدمات مسلمانوں کے خلاف درج ہوئے ہیں اس کی وجہ ہمارا اسیکولر تعلیمی نظام ہے جس کی اسلامی تنقید ہمارے اسلامی حلقوں نے کبھی پیش نہیں کی۔ اسلامی حلقے تو مغرب کے فریڈم کے عقیدے پر تنقید کرنے کے بجائے اسلام سے ثابت کرتے ہیں کہ اسلام نے سب سے زیادہ آزادی دی عورت کو میراث نہیں ملتی تھی اسلام نے میراث دی، عورت کو آزادی دی، اسلام مغرب سے زیادہ آزادی دیتا ہے۔ ظاہر ہے اس قسم کے احمقانہ استدلال سے آزادی کا مقدمہ ہی مضبوط ہورہا ہے۔ اور آزادی کا نتیجہ توہین رسالت ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ پاکستان میں آزادی کا عقیدہ سائنس اور سوشل سائنس کے ڈسکورس کے ذریعے یونیورسٹیوں کی اعلیٰ تعلیم سے نوجوان نسل میں بغیر کسی تنقید کے منتقل ہورہا ہے تو وہ مذہب دشمن جذبات پیدا کرکے توہین رسالت کے ارتکاب پر لوگوں کو اکسارہا ہے۔ کئی نصابات میں انسانی حقوق کے منشور کو شامل کیا گیا ہے۔ این جی اوز انسانی حقوق کی اسلامی شرح پیش کر رہی ہیں۔

جب تک پاکستان کی ریاست منشور حقوق انسانی میں موجود مغرب کے باطل عقیدے Freedom کا انکار نہیں کرتی یونیورسٹیوں میں آزادی کے عقیدے کی تنقید نہیں پڑھائی جاتی تب تک توہین کے واقعات میں مسلسل اضافہ ہوگا۔ یہ عقیدے کی جنگ ہے آپ مسلمانوں کو غلط عقیدے کی تعلیم دے کر گمراہ کر رہے ہیں جب وہ توہین کا ارتکاب کرتا ہے تو ایک مذہبی معاشرہ اسے برداشت نہیں کرتا لہٰذا توہین والا ہیرو بن جاتا ہے اور توہین کرنے والے پر غصہ کرنے والے اشتعال میں آنے والے مجرم، ملزم، ظالم ٹھہرادیے جاتے ہیں۔ علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس یک طرفہ، غلط سلط، پہلے سے تیار شدہ رپورٹ کو مسترد کردیں یہ رپورٹ توہین رسالت کے مجرم کو معصوم ثابت کرنے کے لیے جاری کی گئی ہے۔ صوبہ سرحد کی حکومت آئی جی پولیس عمران خان، وزیر اعلیٰ، وزیر اعظم، لبرل مافیا، عاصمہ جہانگیر سب نے اس رپورٹ کا مقصد ۱۴/اپریل ۲۰۱۷ء کو طے کردیا تھا۔

مشال خان توہین رسالت کے جرم کا مرتکب ہوا تھا

اس دعوے کے پندرہ ثبوت موجود ہیں۔

سوال: چلیے ہم نے یہ تسلیم کرلیا کہ لبرل میڈیا نے سیکولر لبرل لوگوں نے مشال کو توہین رسالت کا مجرم قرار نہیں دیا لیکن آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟ آپ اسے توہین کا مجرم کیسے کہہ سکتے ہیں؟

جواب: (۱) مشال کی تین سالہ سرگرمیاں اس کا ثبوت ہیں۔ تین سال سے وہ فیس بک پر، یونیورسٹی میں کس طرح کی گفتگو کررہا تھا کیا لکھ رہا تھا مردان یونیورسٹی کا ہر طالب علم اس سے واقف تھا۔ AFP اور دیگر بین الاقوامی خبر رساں ایجنسیوں کی رپورٹیں ۱۵/اپریل سے ۲۸ اپریل تک ایکسپریس ٹریبون، ڈان، نیوز، نیشن، امت، جنگ اور دیگر اخبارات میں شائع ہوئی ہیں جس میں تمام غیر ملکی صحافیوں نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ مشال ایک آزاد خیال، لبرل ،سیکولر، بے باک ،نڈر، جری شخص تھا ہر مسئلے پر بے لاگ رائے دینا اس کا وطیرہ تھا۔ مذہب پر مولوی پر تنقید کرتا تھا وہ جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتا تھا اس کے کمرے میں کارل مارکس، چی گویرا کی تصویریں لٹک رہی تھیں وہ خود کو Humanist کہتا تھا۔ جنگ اخبار نے تو یہ رپورٹ بھی دی کہ وہ بہت غصہ ور شخص تھا فیس بک پر بحث ومباحثہ کرتے ہوئے وہ آپے سے باہر ہوجاتا تھا غصہ سے بے قابو ہوجاتا تھا اور مخالفین پر سخت حملے کرتا تھا۔ یہ رپورٹیں مشال کے قتل کے اگلے روز سے شائع ہورہی ہیں۔ لبرل جو ہمیشہ عالمی اداروں کو مستند سمجھتے ہیں مشال کے معاملے میں ان رپورٹوں کو مستند کیوں نہیں سمجھ رہے؟ یہ تو گھر کی گواہی ہے جو گھر سے آئی ہے اور سب سے مستند، موثر، موقر اور معتبر گواہی ہے اس میں بھی کیا آپ کو شک ہے؟

(۲) بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے مردان یونیورسٹی ہاسٹل کے وارڈن عزیز الرحمان نے کہا کہ مشال اکثر مذہب کے حوالے سے متنازع موضوعات چھیڑتا تھا حضرت آدم وحواء کی ابتدائی اولاد کی شادی کے حوالے سے پھر وہ اسے موجودہ دور پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مشال کو جو کہنا ہوتا تھا کھل کر کہہ دیتا تھا اسے ماحول کا اندازہ نہ تھا [امت ۱۵ اپریل ۲۰۱۷ء ص ۲] وہ کہتا تھا کہ ''بھائی بہن کی شادی آپس میں جب پہلے ہوئی تو اب کیوں نہیں ہوسکتی؟'' اسی قسم کے عقلی سوالات کے ذریعے وہ لوگوں کو مشتعل کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس قسم کے جاہلانہ عقلی سوالات پاکستانی لبرل کثرت سے کرتے ہیں اور بہت خوش ہوتے ہیں مگر اسی خوشی کا جب انجام سامنے آتا ہے تو دکھی ہوجاتے ہیں۔

ایک مذہبی معاشرے میں لوگوں کے نازک جذبات سے کھیلنے کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ تمام لبرل

اسلام، عقائد، احکامات، شخصیات کے بارے میں سوچ سمجھ کر زبان ہلائیں، زبان میں ہڈی نہیں ہوتی مگر یہ ہڈی تڑوا دیتی ہے، تلوار کا زخم بھر جاتا ہے، زبان کا زخم نہیں بھرتا۔ مذہبی معاشرہ اپنے خیر پر سودا نہیں کرتا۔ مغرب اور لبرل ازم جو باطل عقیدے ہیں وہ بھی اپنے مذہب، عقیدے، آزادی، ترقی، جمہوریت پر کوئی حملہ برداشت نہیں کرتے۔ جان رالس (John Rawls) اور ڈربن (Derben) لکھتے ہیں جو لبرل ازم کی آزادی کی قدر پر حملہ کرے اسے جراثیم کی طرح ختم کر دو، اسے قتل کر دو، گولی مار دو کوئی دلیل نہ دو۔ آزادی پر اعتراض کرنے والا اس قابل ہی نہیں کہ اس سے بات کی جائے۔

مردان کے بچوں نے لبرل ازم کے فلسفی جان رالس کی تقلید کرتے ہوئے بندگی کے مخالف کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا تو اس پر لبرل میڈیا اور لبرل، سیکولر لوگوں کو کیا اعتراض ہے؟ وہ جب اپنے دشمن کو برداشت نہیں کرتے جبکہ وہ آزادی کی بات کرتے ہیں تو مسلمان اسے کیسے برداشت کر لے؟ مسلمان تو آزادی کے مغربی، کافرانہ عقیدے کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ علماء نے کبھی توہین رسالت کے مجرم کو مارنے کا حکم نہیں دیا۔ ایک فتویٰ ایسا نہیں جس میں یہ کہا گیا ہو کہ جیسے ہی کوئی توہین کرے اسے فوراً قتل کر دو مگر کوئی مار دے تو اسے مطعون بھی نہیں کیا اسے سزا بھی نہیں دی اسے معاف کر دیا، یہی اسلامی علمیت ہے جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ سے اجماع سے ثابت ہے۔ اس اصول کا دہشت گردی سے کیا تعلق؟

(۳) بی بی سی کو عزیز الرحمان نے بتایا کہ اس نے ایک پولیس افسر کو یہ کہتے سنا ''اچھا وہ اس کافر کو جہنم رسید کر رہے ہیں'' (امت ۱۵ اپریل ۲۰۱۷ء ص ۲)۔ پولیس والا بھی جانتا تھا کہ مشال مذہب دشمن ہے، اس کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی تھی مگر صرف جے آئی ٹی کو اس شہرت کا علم نہیں ہوا۔

(۴) طلباء اتنے مشتعل تھے کہ وہ اس کی لاش جلانے کی کوشش کر رہے تھے وہ اس کی لاش ڈھونڈ رہے تھے تمام گاڑیوں کی تلاشی لے رہے تھے اس کسی شخص کو مارنے کے بعد بھی لوگوں کا غصہ کم نہ ہو۔ یہ کوئی سازش نہیں ہو سکتی و نیورسٹی انتظامیہ کی سازش پر اتنا اشتعال پیدا ہونا محال ہے جب تک اس اشتعال کی تاریخی، فطری، مذہبی، حقیقی بنیادیں موجود نہ ہوں پورے صوبہ خیبر یونیورسٹی میں ہر شخص مشال کی زندگی سے واقف تھا۔ وہ دین مذہب کے ساتھ جو کچھ کر رہا تھا ہر شخص اس سے آگاہ تھا۔ یہ وہ غصہ، وہ جذبہ تھا جو مشال کے مذہب دشمن خیالات، افکار، حرکات

کی وجہ سے طلباء میں تین سالوں سے آتش فشاں بن کر جمع تھا جو ۱۳/اپریل کو پھٹ کر بہہ گیا۔

مشال توہین کا مجرم ثابت ہوتا تو کوئی اس کی حمایت نہ کرتا

جے آئی ٹی رپورٹ نے اس کا یہ داغ اچھی طرح دھو دیا۔

جے آئی ٹی نے ان تمام حقائق کو جان بوجھ کر فراموش کیا ہے اس نے لبرل ایجنڈے کی تکمیل کی۔ اگر رپورٹ میں ثابت کر دیا جاتا کہ مشال نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تو پاکستان کا ہر شہری کہتا کہ اس کا قتل ٹھیک تھا۔ عاصمہ جہانگیر بھی مشال کی حمایت نہ کر سکتی تھی وہ حمایت کرنا چاہتی ہیں کیونکہ منشور انسانی حقوق کے تحت یہ اس کا حق تھا۔ صدر اوباما نے اپنی تقریر میں یہی کہا تھا کہ توہین کرنا حق ہے، اس کا حل یہ ہے کہ توہین کی اور آزادی دو مگر عاصمہ جہانگیر پاکستان میں یہ نہیں کہہ سکتی یہ مذہب کا جبر ہے۔ عاصمہ جہانگیر کو آزادی کا جبر قبول ہے مگر مذہب کا جبر قبول نہیں۔ ہر عقیدہ کی ایک قیمت ہوتی ہے عاصمہ جہانگیر اور لبرل آزادی کے عقیدے کی قیمت (Tyranny of Freedom) ادا کرنا چاہتے ہیں مذہب کے عقیدے کی قیمت ادا کرنا نہیں چاہتے۔ اگر مشال کو توہین کا مجرم جے آئی ٹی میں ثابت کر دیا جاتا تو پاکستانی لبرل بھی مشال کا دفاع نہ کر سکتے تھے، عاصمہ جہانگیر کو بھی خاموش ہونا پڑتا لیکن ریاست عالمی سطح پر اس کا کیا جواب دیتی ریاست کی جرات نہیں ہے کہ وہ کہہ سکے کہ مشال کو آزادئ اظہار رائے کے تحت توہین کرنے کا حق تھا لہٰذا ریاست اس بنیاد پر مشال کا دفاع نہیں کر سکتی تھی اور اس کے قتل کے مذہبی جواز کا دفاع بھی اس کے لئے ممکن نہیں تھا لہٰذا اس عالمی مصیبت سے بچنے کے لیے سب سے آسان طریقہ کار ریاست کے پاس صرف اور صرف یہی تھا کہ اصل حقیقت کا انکار کر دیا جائے مشال کے قتل کو مذہب اور توہین رسالت سے الگ کر کے صرف کرپشن کے مسئلے سے جوڑ دیا جائے اور مذہب کے ذریعے کرپشن کے اس مجاہد کے قتل کی ذمہ داری یونیورسٹی انتظامیہ پر ڈال دی جائے تاکہ عالمی اداروں کو بتایا جا سکے کہ مشال کا قتل صرف بدعنوانی کے تحت ہوا اور بدعنوان عناصر نے بدعنوانی کو چھپانے کے لئے مذہب کو استعمال کیا لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ بدعنوانی کے کسی ایک کردار، ایک پروفیسر، کو ابھی تک گرفتار نہیں کیا گیا اور نہ ہی میڈیا پر مردان یونیورسٹی کی بدعنوانی کی کوئی کہانی دو مہینے میں پیش کی گئی ہے وہ میڈیا جو خود خبریں گھڑ لیتا [invent] ہے وہ میڈیا جو جھوٹی خبریں تخلیق (Create) کرتا ہے وہ میڈیا جو خبریں سونگھتا پھرتا ہے بی بی سی کے وسعت اللہ خان جو ہر ادارے میں گھس جاتے ہیں ان تمام لبرل صحافیوں کو دو مہینے میں مردان

یونیورسٹی کے کرپشن کی ایک کہانی بھی نہیں مل سکی آج تک میڈیا نے کسی یونیورسٹی پروفیسر، ہاسٹل وارڈن، رجسٹرار، سیکوریٹی آفیسر کا انٹرویو تک نشر نہیں کیا مشال پر حملہ کرنے والے تین یا پانچ ہزار طلباء کی رائے پیش نہیں کی قتل کے الزام میں پکڑے گئے ۵۲ طلباء کی رپورٹیں بیانات تک پیش نہیں کیے اس لیے کہ سب کی مشترکہ شہادت یہی تھی کہ مشال توہین رسالت کا مجرم تھا اس کو صرف انتظامیہ کے کرپشن کا مجرم ثابت کرنا جے آئی ٹی کا کمال ہے۔

(۵) ۱۳/اپریل کے بعد پولیس نے جتنے طلباء کو گرفتار کیا سب نے اپنے بیانات میں یہی اعتراف کیا کہ مشال اکثر مذہب پر تنقید کرتا بحث کرتا جھگڑے کرتا وہ رسالت مآب کی توہین کرتا پولیس نے میڈیا نے ان بیانات کو آج تک جاری نہیں کیا کیوں کہ اس سے میڈیا کا آزادی کا مقدمہ خراب ہو جاتا ہے۔

میڈیا نے مشال کی توہین رسالت کی شہادتوں کا بائیکاٹ کیوں کیا؟

مشال کے خلاف مظاہروں کی کوئی تصویر کیوں نہیں دی گئی؟

(۶) میڈیا کی حالت کا اندازہ اس بات سے لگایا جائے کہ مشال کے قتل پر ہونے والی گرفتاریوں کے خلاف مردان یونیورسٹی میں احتجاجی مظاہرے ہوئے اس کی کوئی خبر، تصویر میڈیا نے جاری نہیں کی۔ مولانا گوہر رحمان کے بیٹے نے مشال واقعے پر کمیشن بنا کر رپورٹ تیار کی وہ نشر نہیں ہونے دی گئی۔ مردان میں حب رسول ریلی نکال کر علماء نے مردان یونیورسٹی کو مشال کے قاتلوں سے منسوب کرنے کا مطالبہ کیا اس کی خبر میڈیا نے نہیں دی۔

صوبہ پختونخواہ کے تمام علماء، دینی جماعتوں نے مشال کے خلاف بیان دیا، پریس کانفرنس کی اس کی خبر نہیں دی گئی، تحریک لبیک یا رسول اللہ کا موقف علامہ خادم رضوی کا کوئی بیان میڈیا نے کبھی نشر نہیں کیا آخر کیوں؟ میڈیا نے ان سب خبروں کا بائیکاٹ اس لئے کیا کہ مشال کو توہین کے جرم سے بری الذمہ کر کے بچا لیا جائے۔ میڈیا نے مشال کے حق میں ہونے والے دس لوگوں کے مظاہرے کی بھی خبر دی مگر مشال کے خلاف نکلنے والے بڑے بڑے جلوسوں، جلسوں کی خبر کیوں نہیں دی؟ میڈیا کا لبرل ایجنڈہ ہے، جلسے، جلوس لبرل ایجنڈے کے خلاف تھے اس لئے ان کا بائیکاٹ کیا گیا۔ لبرل ازم خود مذہب ہے جو کسی مذہبی رویے، عنصر کو برداشت نہیں کرتا اور احمد جاوید صاحب فرماتے ہیں کہ لبرل ازم کا یہ مسئلہ ہی نہیں اسکا کسی خیر و شر سے کوئی تعلق ہی نہیں، تعلق

تو بالکل واضح ہے، لبرل میڈیا کیا کر رہا ہے، کیا احمد جاوید صاحب کو نظر نہیں آ رہا؟

لبرل میڈیا نے تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ نہیں دکھایا

یہ وہی میڈیا ہے جس نے پاکستان کی تاریخ کے سب سے بڑے جنازے کی خبر نہیں دی ،عاشق رسول شہید ممتاز قادری کا جنازہ پاکستان کی تاریخ میں قائداعظم اور ضیاء الحق کے جنازوں سے بڑا جنازہ تھا مگر میڈیا کو یہ جنازہ نظر نہیں آیا کیونکہ یہ اصلاً لبرل ازم،سیکولرازم کا جنازہ تھالہذا وہ کیسے جنازہ دکھاتے کہ پاکستان میں عشق رسول آج بھی زندہ ہے اور سیکولر اور لبرل ازم کی علیت کو کوئی تسلیم نہیں کرتا پاکستان کے سب مسلمان آزادی کے دشمن ہیں یعنی میڈیا، لبرل ازم، سیکولر ازم کے دشمن ہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہیں۔جاوید غامدی صاحب نے عاصمہ چوہدری کو مشال کے مسئلے پر انٹرویو دیتے ہوئے اسی دکھ،غم کا اظہار کیا تھا کہ پاکستان کے شاعر، ادیب، سیاستدان، حکمران سب توہین رسالت کرنے والے کو ہی مجرم سمجھتے ہیں اس کے قاتل کو نہیں، شاتم کے قاتل کی عزت کرتے ہیں، جنازے میں لاکھوں لوگ شریک ہوتے ہیں۔

الحمدللہ! یہ ایک اسلامی معاشرہ اور اسلامی تہذیب ہے۔غامدی صاحب کو اس کا شدید صدمہ ہے کہ ان کے لبرل اسلام کے باوجود ابھی تک پاکستان لبرل نہیں ہوسکا۔

انسان صرف عقلی نہیں،طبعی،حسی،اخلاقی،روحانی،نفسیاتی،جذباتی وجود بھی ہے شریعت،انسان کے تمام خواص کا خیال رکھتی ہے۔

(۷)مشال پر تین ہزار طلباء نے ایک ساتھ حملہ کیا دنیا کی تمام یونیورسٹیوں کی تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ یونیورسٹی میں طلباء کی اتنی بڑی تعداد صرف ایک ہی طالب علم کو قتل کرنے مارنے کے لیے اس طرح دوڑی ہو مشال کی ایک تاریخ تھی تناظر تھا رویہ تھا سیکولر، لبرل یعنی مذہب دشمن عقیدہ تھا جو طلباء کو طویل عرصے سے مشتعل کر رہا تھا ۱۳؍اپریل کو مشال کی گفتگو نے طلباء کے پیمانۂ صبر کو چھلکا کر رکھ دیا اونٹ کی کمر پر یہ آخری تنکا تھا جس کے بعد طلباء نے عشق رسالت کا اظہار کرتے ہوئے حساب کتاب برابر کر دیا مسئلہ یہ ہے کہ میڈیا ڈی ژیک کے فلسفے کے مطابق ہمیشہ دوسرے سوال کا جواب دیتا ہے۔کیا مشال کو اس طرح قتل کرنا درست ہے؟ وہ کبھی پہلے سوال کو پیش نہیں کرتا نہ اس کا جواب مانگتا ہے کہ کیا مشال کا ایک مذہبی معاشرے میں تین سال تک آزادی اظہار کے فلسفے کے تحت اسلام کو اسلامی علیت تاریخ شخصیات کو اور

ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا، گالیاں دینا، مذاق اڑانا (استغفر اللہ) درست تھا؟ رواداری مشال کو اختیار کرنا چاہیے تھی یا مسلمان طلباء کی اکثریت کو؟ ایک آدمی اپنی زبان بند کر لے یہ آسان ہے یا نہیں تین ہزار طلباء اپنے جذبات، احساسات کو کیسے قابو میں رکھ سکتے ہیں؟ میڈیا یہی بتا رہا ہے کہ ایک شخص کو توہین کی بکواس کرنے کی، شر انگیزی پھیلانے کی، مشتعل کرنے کی آزادی ہے مگر تین ہزار طلباء کو مشتعل ہونے کی، مارنے کی، غصہ میں آنے کی آزادی نہیں ہے وہ اسے برداشت کریں ظاہر ہے ایک مذہبی معاشرے میں ایسا ممکن نہیں ہے انسان صرف عقلی وجود نہیں ہے وہ ایک حسی، طبعی، جذباتی، روحانی رجود بھی ہے وہ صرف عقلیت پسند نہیں ہے اس کے نفیس احساسات اور جذبات بھی ہیں جدید قانون میں انسانی جذبات کا کوئی لحاظ نہیں کیوں کہ ماڈرن لاء، جدیدیت، ماڈرن ازم کی تقلید میں انسان کو صرف عقلی وجود [Rational Being] تسلیم کرتا ہے۔

اسلامی شریعت میں فرد صرف عقلی نہیں حسی، طبعی، جذباتی، اخلاقی، روحانی، انسانی وجود ہے لہٰذا شریعت کے احکام فرد کے جذبات کا بھی پورا خیال رکھتے ہیں اسی لیے توہین رسالت کے مجرم کو کوئی شخص غصے میں قتل کر دے تو شریعت ایسے عاشق رسول کے جذبات کی تعظیم تکریم کرتی ہے اس کی قدر کرتی ہے اور اسے غازی سمجھ کر اسے مقتول کے قصاص میں قتل نہیں کرتی محبت رسول کے صدقے میں اسے معاف کر دیتی ہے اتنا سا مسئلہ کسی لبرل سیکولر کی سمجھ میں نہیں آرہا بہت سے متجددین بھی اسے سمجھنے سے قاصر ہیں لیکن جاوید غامدی جیسے متجدد نے بھی تسلیم کیا ہے کہ توہین رسالت پر لوگوں کے جذبات مشتعل ہوتے ہیں لہٰذا اگر کوئی شخص توہین کا ارتکاب کرے تو اسے اس جرم میں انتہائی سزا کے طور پر قتل کیا جا سکتا ہے [غامدی مقامات ۲۰۱۴ء ص ۲۸۲]

جب غامدی صاحب جیسے متجدد بھی انسانی جذبات کا خیال رکھتے ہوئے توہین رسالت کے جرم کو محاربہ اور فساد فی الارض کے تحت لا رہے ہیں کیوں کہ امت کے لوگوں کے جذبات کو مشتعل کرنا بھی فساد فی الارض ہی ہے تو لبرل سیکولر عشق رسالت کے اس جذباتی مسئلے کو سمجھنے سے کیوں قاصر ہیں؟

(۸) صوبہ پختونخواہ کے تمام علماء نے مشال کے حوالے سے جو تحقیقات کیں ان میں اسے عادی شاتم رسول بتایا گیا۔ اس کے تمام ثبوت مہیا کئے گئے۔

(۹) مولانا گوہر رحمان کے بیٹے ڈاکٹر عطاء الرحمان نے ایک آزادانہ کمیشن بنا کر طلباء،

اساتذہ، عملے، والدین سے انٹرویو کیے جس سے ثابت ہوا کہ مشال کئی سال سے توہین رسالت کرر ہا تھا

(۱۰) والدین نے شہادت دی کہ وہ کئی مرتبہ یونیورسٹی انتظامیہ کو مطلع کرنے گئے مگر شنوائی نہیں ہوئی۔

(۱۱) مشال کو گولی سے قتل کرنے والے طالب علم نے اعتراف جرم میں کہا کہ یہ کئی سال سے گستاخی کرر ہا تھا، میرا دوست تھا لیکن میں نے تعلقات منقطع کر لیے تھے اس دن موقع ملا تو میں نے اسے قتل کر دیا اگر میرا باپ بھی رسول کی توہین کرتا تو میں اسے بھی قتل کر دیتا مجھے قتل کرنے پر کوئی افسوس، دکھ نہیں ہے۔

(۱۲) تحریک انصاف کا طالب علم جو کونسلر بھی تھا اور دوسرے جو ہجوم کے حملے کی قیادت کرر ہے تھے ان کی اور ان کے حملے کے بعد ان کی جو تصویریں، خبریں شائع ہوئی ہیں جن میں وہ خطاب کرر ہے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مشال توہین کا مجرم تھا اسے مارنے کے بعد وہ سب بہت مطمئن تھے یہ اطمینان عشق رسالت کا صلہ اور ثمر ہے انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا کہ شرمندہ ہوں مشال کے مذہب دشمن ہونے کی خبر اس کے گاؤں والوں کو بھی تھی مسجد سے اعلان کیا گیا کہ اس کے جنازے میں کوئی شریک نہ ہو مسجد کے مولوی کو کیسے پتہ چل گیا؟ علاقے کے لوگ جنازے میں شریک نہیں ہوئے صرف سو لوگ جنازہ میں آئے نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کوئی مولوی نہیں ملا ایک ٹیکنیشن نے جنازہ پڑھایا (امت رجنگ رایکسپریس ٹریبون، ۱۴ر اپریل ۲۰۱۷ء)

مشال کی اور اس کے باپ کی شاعری پڑھ لیں اس کے باپ کے اشعار میں بھی آزاد خیالی جھلکتی ہے مشال روس سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آیا تھا روس میں اسکالرشپ نظریاتی لوگوں کو دیا جاتا ہے مذہبی آدمی کو اسکالرشپ نہیں ملتا۔

(۱۳) صوبہ خیبر پختونخواہ کے آئی جی نے ۱۸ اپریل کو سپریم کورٹ کے باہر صحافیوں کو کہا مشال کے خلاف توہین مذہب کے شواہد نہیں ملے، یونیورسٹی انتظامیہ نے ڈی ایس پی کو واقعے کا نہیں بتایا۔ (جنگ کراچی ۱۹ اپریل ۲۰۱۷)

آئی جی کا بیان بھی مشکوک ہے۔ ایک جانب وہ کہہ رہے ہیں کہ ڈی ایس پی کو انتظامیہ نے نہیں بتایا دوسری جانب ایکسپریس ٹریبون کی خبر ہے کہ ڈی ایس پی اور پولیس کیمپس میں موجود

تھی،اس کی ویڈیو فلم بھی موجود ہے جس میں طلباء پولیس پر حملہ کر رہے ہیں۔

Video film also shows student attacking the policemen who tried to intervene (Express Tribune 15-4-2017)

۱۳ اپریل کو کیمپس میں پولیس کی موجودگی کا مطلب یہی ہے کہ مشال کے حوالے سے طلباء میں اشتعال موجود تھا۔مسئلہ صرف کرپشن نہیں تھا بلکہ توہین رسالت کا مسئلہ تھا اسی لئے تو پولیس کو انتظامیہ نے بلایا تھا۔سوال یہ ہے کہ پولیس جب موجود تھی ،مشال کے کیمپس میں داخلے پر پابندی تھی تو پولیس نے مشال کو کیمپس میں کیسے داخل ہونے دیا؟اگر معاملہ صرف کرپشن کا ہوتا تو طلباء مشال پر اتنے غصہ کا اظہار نہ کرتے ،ان کے غصے کی عکاسی ایکسپریس ٹریبیون نے کی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسئلہ توہین رسالت کا تھا ورنہ طلباء اتنے مشتعل نہ ہوسکتے۔

The video of the gruesome violence shot by mobile phone cameras shows Mashal's disrobed body-covered inblood-being dragged, first in a hallway and then on a road of the campus. It also shows students attacking the policemen who tried to intervene.(Express Tribune 14-4-2017)

(۱۴) ۱۳ اپریل کو یونیورسٹی انتظامیہ نے مشال کی معطلی کا حکم نامہ جاری کیا اور کیمپس میں اس کے داخلے پر پابندی عائد کی،اس کی معطلی توہین رسالت کی شکایات پر ہوئی۔اگر یہ شکایات غلط تھیں تو معطلی کا حکم نامہ کیوں جاری ہوا؟اس سے بھی اہم سوال یہ ہے کہ جب اس نازک مسئلے کی تحقیقات ہو رہی تھیں تو اسے کیمپس میں کیوں آنے دیا گیا؟انتظامیہ نے اس کو داخل ہونے کی اجازت کیوں دی؟توہین رسالت کا معاملہ ہو اور ایک شخص آزادانہ گھوم رہا ہو اور پابندی کا حکم عملاً معطل ہو تو یہ صورت حال طلباء کو مزید مشتعل کرنے کے لئے کافی تھی۔

(۱۵)ایکسپریس ٹریبون کی رپورٹ کے مطابق مشال کے قتل کے بعد اگلے دن جمعہ کو یونیورسٹی کی ویب سائیٹ پر مشال کی معطلی کا نوٹیفیکیشن جاری کیا گیا۔اس کی کیا وجہ تھی؟

However, the AWKU administration on Friday took a bizarre

step by posting a notification on its website rusticating the deceased student along with his two feiends and banning their entry into the campus for alleged blasphemy.

The university provost, Fayaz Ali Shah, however, told The Express Tribune that the students were rusticated to intiate an inquiry on some verbal complaints received by the university against the three "We dont's have any written or documented proof of their involvement in any blasphemous activities" Shan said. To a question regarding the use of a judgemental tone in the notificaion, he said; "It must be a clerical mistake and I will check it with the officials concerned."(Express Tribune 15-4-2017)

یونیورسٹی کا ریکارڈ بتا رہا ہے کہ مشال پر توہین رسالت کا الزام تھا، اس کے اساتذہ نے ٹی وی پر انٹرویو میں بتایا کہ وہ بیباک تھا، بہت سی عجیب سی باتیں کرتا تھا، اس کے ہاسٹل وارڈن نے بی بی سی کو انٹرویو دیا کہ وہ مذہب کے خلاف گفتگو کرتا تھا۔

سوال: یہ تمام دلائل درست ہیں بہت اچھے ہیں لیکن کسی کو قتل کرنے کے لئے ثبوت تو ضروری ہے ثبوت کے بغیر تو دنیا میں کوئی کام نہیں ہوسکتا؟

جواب: آپ کا استدلال درست نہیں ہے اور سوال بھی غلط ہے۔ جب قرآن، سنت، اجماع سے ثابت ہے کہ فساد فی الارض، محاربہ اور توہین رسالت کے مجرم کو اگر کوئی قتل کردے تو وہ جائز عمل ہے تو ان نقلی دلائل کے بعد کسی عقلی، منطقی دلیل کی ضرورت نہیں۔ جاوید غامدی صاحب نے مقامات میں توہین رسالت کو محاربہ، فساد فی الارض قرار دیا ہے اور اس کی سزا قتل تسلیم کی ہے (غامدی، مقامات ۲۰۱۴ ص ۲۸۲) غامدی صاحب نے میزان میں لکھا ہے کہ محاربہ اور فساد فی الارض کے مجرم کو فرد یا حکومت یا ریاست قتل کرسکتی ہے (غامدی، میزان ۲۰۱۵ ص ۶۰۸) جب غامدی صاحب جیسا متجدد نے فرد کو قتل کرنے کی اجازت دے دی تو آپ اس پر کیوں اعتراض کر رہے ہیں۔ آپ منہج اہل سنت اور اجماع امت کو مانتے ہیں، غامدی صاحب تو اجماع کا انکار

کرتے ہیں۔ اجماع کا انکار کرنے والا فرد کو قتل کی اجازت دے رہا ہے۔آپ اجماع کو مانتے ہیں اور اجماع سے ثابت اصول پر اتنے سوالات کر رہے ہیں۔

سوال: لیکن غامدی صاحب نے تو میزان میں واضح طور پر لکھا ہے کہ حدود و تعزیرات کا نفاذ صرف حکومت کر سکتی ہے۔ اپنی تقریروں میں تو بار بار وہ کہتے ہیں کہ فرد کو قانون ہاتھ میں لینے کا اختیار نہیں ہے، فرد کسی کو نہ سزا دے سکتا ہے نہ اس پر حد جاری سکتا ہے۔

جواب: لیکن میزان میں انہوں نے قرآن سے ثابت کیا ہے کہ حدود کا نفاذ فرد کر سکتا ہے ،حکومت نہ ہو تو ولی قاتل سے ،حکومت کے بغیر قصاص لے سکتا ہے۔ اسلام نے حکومت کی عدم موجودگی میں انتقام لینے کی اجازت دی ہے۔ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا[17:33] (غامدی میزان ۲۰۱۵ ص ۶۰۹) حکومت موجود ہو تب بھی غامدی صاحب فرد کو قتل اور محاربہ کے جرم میں قتل کی اجازت دیتے ہیں (غامدی میزان ۲۰۱۵ ص ۶۰۸) اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان کے تمام اصول ہی متناقض (Oxymoron) ہیں۔

اسلامی علمیت میں شہرت کی اصل اہمیت ہے

ثبوت اہم نہیں، اصل چیز شہرت ہے۔

آپ کا سوال ثبوت سے متعلق تھا کہ ثبوت کے بغیر تو قتل نہیں کیا جا سکتا اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسئلہ صرف ثبوت سے حل نہیں ہوگا اس کے لئے عدالت بھی ضروری ہوگی کیونکہ ثبوت کی جانچ ، پڑتال اگر فریق خود ہی کرے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں لہٰذا عدالت اگر ہوگی تو اس کے لئے ریاست بھی ضروری ہوگی اور اگر ریاست موجود نہیں ہے تو عدالت بھی موجود نہیں ہے اور اگر عدالت موجود نہیں ہے تو ثبوت اگر موجود بھی ہیں تو اس ثبوت کی تصدیق ،تائید، توثیق کا کوئی آزادانہ ذریعہ یعنی عدالت تو موجود ہی نہیں ہے اس کے باوجود قرآن نے سورۃ بنی اسرائیل میں ثبوت کے بغیر، عدالت کے بغیر، ریاست کے بغیر، حکومت کے بغیر مقتول کے ولی کو قاتل سے قصاص لینے، اسے قتل کرنے کا اختیار دیا ہے۔ جب ایک عام انسان کی زندگی اتنی اہم ہے کہ اس کا انتقام ریاست، عدالت کے بغیر لیا جا سکتا ہے اور غامدی صاحب جیسا متجدد بھی اس کی اجازت دے رہا ہے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اس ایک انسانی جان سے بھی زیادہ اہم تر ہے اسکا بدلہ لینے

پر کیسے پابندی لگائی جاسکتی ہے اور اس کو ثبوت سے، عدالت سے، ریاست سے کیسے مشروط کیا جا سکتا ہے۔ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دور صحابہ میں عدالت بھی تھی، ریاست بھی تھی لیکن کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، خلفائے راشدین نے توہین رسالت کے الزام میں قتل کرنے والے کسی صحابی سے نہیں پوچھا کہ ثبوت کیا ہے تم عدالت میں کیوں نہیں آئے تم نے انارکی پھیلائی ہے۔ سورۃ نور میں بھی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام سے یہی تو فرمایا ہے کہ تم یہ خبر سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ الزام، تہمت ہی غلط ہے ہم نے نیک گمان کیوں نہیں کیا، کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ، لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ [النور:۱۱،۱۲]

یہاں بھی حکم شہرت کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔ یہ قرآن کی نص صریح ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ثبوت کے بغیر دنیا میں کوئی کام نہیں ہوسکتا نہ کیا جا سکتا ہے لیکن یہ استدلال بھی غلط ہے، درست نہیں۔ اس کی مثال شادی بیاہ کا معاملہ ہے، سات ہزار سال سے معلومہ تاریخ کے زمانے سے آج تک اکیسویں صدی میں بھی شادی بیاہ کے تمام معاملات صرف اور صرف شہرت پر ہوتے ہیں۔ جب ہم اپنی بیٹی کے لئے لڑکے کا رشتہ قبول کر لیتے ہیں تو کیا کبھی اس سے اس کی قوت رجولیت، مردانگی کا کوئی ثبوت طلب کرتے ہیں۔ ثبوت دو کہ تم مرد ہو، نامرد نہیں ہو اور یہ بھی ثبوت دو کہ تم بانجھ نہیں ہو، بچے پیدا کر سکتے ہو لہٰذا تم شادی سے پہلے اس کا ثبوت دو۔ کیا کوئی کنوارا مرد شادی سے پہلے ہمارے ان مطالبات کا ثبوت دے سکتا ہے؟ کیا دنیا کی تاریخ میں آج تک شادی جیسے نازک معاملے میں ثبوت طلب کیا گیا؟ کیا ثبوت کے انتظار میں نکاح ملتوی کر دیا جائے رشتہ دیتے ہوئے صرف شہرت دیکھتے ہیں، لڑکا دیکھنے میں مرد ہے، خاندان میں لوگ بانجھ نہیں، اچھے لوگ ہیں بس شہرت کی بنیاد پر رشتہ طے ہوتا ہے۔

جب کسی سے بیٹی لی جاتی ہے تو لڑکی کی عصمت، آبرو، عفت، پاک دامنیا کرہ ہونے کا ثبوت طلب کیا جاتا ہے؟ نہیں بس شہرت ہوتی ہے۔ کبھی اگر لڑکے والے تجربہ گاہ کی رپورٹ کا ثبوت مانگ لیں تو رشتہ ہی نہیں ہوگا بس شہرت، اعتبار، اعتماد جب بیٹی اور بیٹے کے رشتے کے لئے

شہرت،ہی اصل الاصول ہے توصرف توہین رسالت کے مسئلے میں ثبوت کا مطالبہ منطقی طور پر غلط ہے۔

سوال: لیکن ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ لڑکا نامرد ہے، بانجھ ہے، لڑکی باکرہ نہیں نکلتی تو پھر طلاق ،خلع کے قوانین اسی لئے تو ہیں؟

جواب: جی ہاں آپ نے بالکل درست فرمایا لیکن اس امکان، خطرے، شبہ کی وجہ سے اربوں شادیاں ملتوی نہیں کی جاسکتیں۔شادیاں ہوتی ہیں کبھی کبھار نامردلڑکا، نامرادلڑکی نکل آتی ہے تو طلاق، خلع ہو جاتی ہے مگر یہ قبل تجربی نہیں بعد تجربی عمل ہے یعنی پہلے شادی تو ہوگی اس کے بعد طلاق، خلع ہوگا۔ثبوت کی بنیاد پر شادی ملتوی نہیں ہوسکتی اسی اصول کی بنیاد پر اگر شاتم کو کسی نے قتل کر دیا تو وہ قتل ٹھیک ہے اگر غلط کیا تو قاضی اس کا فیصلہ کر دے گا اور قصاص میں اسے قتل کر دیا جائے گا لیکن اس خطرے، شبے کی بنیاد پر اسلامی تاریخ نے شتم رسول کے مجرم کو قتل کرنے کی کامل ممانعت کبھی نہیں کی بالکل اسی طرح قرآن نے عصمت فروشی کا اڈہ چلانے والی عورتوں کے لئے ثبوت نہیں مانگا، ان کی شہرت ہی انکا ثبوت ہے کہ صرف چار لوگ گواہی دے دیں تو انہیں سنگسار کیا جاسکتا ہے یہاں ثبوت نہیں شہرت اصل ہے۔مشال واقعے میں تو تین ہزار طلباء شامل تھے اس کی شہرت کیا تھی کیا اب بھی شبہ ہے۔

شہرت کا معاملہ بہت اہم ہے پاکستان میں چار گورنر تھے چاروں سیکولر، لبرل تھے مگر ہر سیکولر، لبرل مذہب دشمن کے طور پر مشہور نہیں تھا شہرت صرف سلمان تاثیر کی تھی کیونکہ دوسرے گورنر، مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کر رہے تھے نہ وہ مذہب کے بارے میں بے باکانہ اظہار رائے کر رہے تھے۔یہ شرف صرف سلمان تاثیر کو حاصل تھا وہ جیل میں جا کر توہین رسالت کی مجرمہ کو ساتھ بٹھا کر پریس کانفرنس کر رہے تھے یہ رویہ درست نہیں تھا بحیثیت گورنر، سیکولر ڈھانچے میں وہ تمام ریاستی قوانین کو تسلیم کرنے کے پابند تھے۔اسکا انہوں نے حلف اٹھایا تھا وہ سیکولر حلف کی بھی پاسداری نہیں کر رہے تھے۔یہ بات نہایت خطرناک تھی وہ گورنر تھے وہ قومی اسمبلی کے رکن نہیں تھے۔رکن اسمبلی ،قانون کے بارے میں جو چاہے کہہ دے کیونکہ بل ،صدر، گورنر کے دستخط کے بعد قانون، ایکٹ بنتا ہے لہذا گورنر کو کسی قانون پر اعتراض ہو تو وہ تحریری طور پر صدر، وزیراعظم ،وزارت قانون کو خط لکھ کر اپنے مشورے، تجاویز، تحفظات پیش کر سکتا ہے لیکن گورنر ایک رکن اسمبلی کے طور پر کردار ادا کر رہے تھے ان کے خلاف کوئی ایف آئی آر

اس لئے درج نہیں ہو رہی تھی کہ وہ گورنر تھے، اگر درج ہوتی تو اشتعال کم ہو جاتا اصل مسئلہ شہرت کا تھا، چار گورنروں میں سے صرف ایک گورنر کی شہرت مذہب کے حوالے سے بہت خراب تھی۔

سوال: سلمان تاثیر اور مشال ایک جیسے مقدمات ہیں ان دونوں میں آپ کیا فرق محسوس کرتے ہیں کیا مشال کا مسئلہ سلمان تاثیر سے زیادہ نازک نہیں ہے؟

جواب: سلمان تاثیر اور مشال کے قتل میں ایک بہت بنیادی فرق ہے جس سے پاکستانی معاشرے کی مذہب سے شدید وابستگی کا اندازہ ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ہماری معاشرت معاشرہ رواج سماج سب ابھی تک اپنی گہرائیوں تک مذہب کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے حضرت ممتاز قادریؒ شہید ایک مذہبی آدمی تھے وہ پانچوں وقت کے نمازی تھے، وہ مولانا الیاس قادری کے مرید تھے، انہوں نے سلمان تاثیر کے خلاف مولانا حنیف قریشی کی تقریر سن کر اشتعال میں آ کر سلمان تاثیر کو قتل کیا تھا دوسرے معنوں میں سلمان تاثیر کے قتل کرنے والے شہید قادری صاحب کا ایک بھرپور مذہبی پس منظر تھا وہ عاشق رسول تھے، نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے تھے لیکن مردان میں مشال کو قتل کرنے والے طلباء کوئی گہرا مذہبی پس منظر نہیں رکھتے تھے وہ عام مسلمان تھے۔ آپ انہیں لبرل، سیکولر مسلمان بھی کہہ سکتے ہیں مگر وہ عشق رسول کی مٹی سے خلق ہوئے تھے ان کا ایمان ہمارے ایمان سے بہتر تھا۔

(۱)۔ مشال کو مارنے والے طلباء میں تحریک انصاف کے کونسلر اور عمران خان کی پارٹی کے کئی طلباء شامل تھے۔ تحریک انصاف ایک خالص لبرل سیکولر پارٹی ہے لیکن اس کے باوجود سیکولر طلباء میں بھی عشق رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حد تک اثر کر چکا ہے

(۲)۔ مشال کو مارنے والوں میں پی پی پی کے حامی طلباء بھی شامل تھے

(۳)۔ مشال کو مارنے والوں میں اے این پی کے حامی طلباء بھی شامل تھے مشال کے خلاف ویڈیو جاری ہونے کے بعد جو جلوس نکلے ان کی ویڈیو فلم میڈیا نے نہیں دکھائی۔

(۴)۔ مشال کو مارنے والوں میں مذہبی جماعتوں، اسلامی تنظیموں، تحریکوں کے نمایاں لوگ نظر نہیں آتے لیکن تمام مذہبی جماعتوں، تحریکوں کے کارکن بھی اس حملے میں شریک تھے۔ دوسرے معنوں میں مشال کا قتل سلمان تاثیر کے قتل سے زیادہ اہم ہے۔ اس قتل میں پاکستانی معاشرے کا ہر طبقہ، ہر گروہ، ہر حلقہ، ہر سیاسی جماعت، لبرل، سیکولر جماعتوں کے لوگ بھی پیش

پیش تھے اس طرح مشال کا قتل پاکستانی معاشرے کی اجتماعیت، وحدت کا اعلامیہ ہے کہ پاکستان کے سیکولر، لبرل طلباء بھی اصلاً مسلمان ہیں، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گرفتار ہیں اور ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کسی قسم کی توہین برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں※ مشال کا قتل صرف حادثہ، سانحہ نہیں توہین رسالت کے مسئلے پر پہلی عوامی بغاوت ہے۔اس عوامی بغاوت نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ یہ بغاوت اصلاً آزادی کے جدید مغربی عقیدے کے خلاف ہے۔کوئی پاکستانی مسلمان آزادی کے عقیدے کو تسلیم نہیں کر سکتا، وہ آزادی اظہار رائے کے نام پر کسی کو توہین رسالت کی آزادی نہیں دے سکتا، وہ کسی توہین کے مجرم کو برداشت نہیں کر سکتا۔

سوال: یہ سب باتیں درست مگر ہمیں اس واقعے میں علماء کا، مذہبی جماعتوں کا بہت زیادہ موثر کردار نظر نہیں آتا۔اکثر خاموش ہیں جبکہ سلمان تاثیر کے قتل کے وقت تو علماء آگے آگے تھے اور سینکڑوں وکیل ممتاز قادری کی طرف سے مقدمے میں وکیل بننے کے لئے عدالت آ گئے تھے؟

جواب: اس کی وجہ ویڈیو فلم ہے، ویڈیو فلم کا اثر نہایت مہلک تھا اس نے علماء کو متوحش اور محتاط کر دیا۔اسی لئے اسلام نے تصویر کو حرام قرار دیا ہے، اس موضوع پر ہم نے تفصیل سے اپنے مضمون ۲۰۱۷ء) میں تصویر کی حرمت پر اسلام کا موقف تفصیل سے پیش کر دیا ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔ویڈیو فلم کی وجہ سے علماء فیصلہ نہیں کر پائے کہ اس موقع پر کیا موقف اختیار کیا جائے۔پاکستان کے وزیر اعظم نواز شریف تک خاموش تھے انہوں نے تین دن کے بعد اخباری بیان جاری کیا۔ویڈیو کا یہ اثر ہوتا ہے۔مشال کے حق میں سب سے پہلا بیان صرف عمران خان کا تھا جو واحد پکے سیکولر، لبرل سیاستدان ہیں۔ان کی پارٹی پی ٹی آئی پاکستان کی پہلی لبرل پارٹی ہے جو کھلم کھلا لبرل اقدار کو فروغ دے رہی ہے۔عمران کے بیان کی وجہ سے ہی مجبوراً نواز شریف کو بیان دینا پڑا۔جب حکومت کو اتنا سوچنا پڑا تو علماء کا سوچنا، خاموش رہنا ظاہر ہے بہت غیر معمولی واقعہ نہیں۔ویڈیو فلم نے اس مسئلے کو بہت نازک بنا دیا تھا۔

ویڈیو فلم کا جو اثر سب پر ہوا وہ علماء پر بھی ہوا لیکن بہت سے علماء مشال کے واقعے پر عاشقان رسول کے ساتھ کھڑے ہیں یہ وہ علماء ہیں جو ٹی وی وغیرہ پر نہیں آتے۔

(۱)۔آپ لوگ سابق ایم این اے مولانا شجاع الملک کو کیسے بھول گئے، جمعیت علمائے

اسلام کے مولانا شجاع الملک نے مولانا فضل الرحمان سے اختلاف کرتے ہوئے مشال کے مسئلے میں بالکل واضح موقف اختیار کیا۔واقعے کے دس دن بعد انہوں نے مردان میں ریلی

شاتم رسول تھااور واضح طور پر اعلان کیا کہ مردان یونیورسٹی کو اگر مشال خان کے نام سے معنون کیا گیا تو ہم مزاحمت کریں گے اور یہ بھی مطالبہ کیا کہ مشال کو قتل کرنے والے عاشقان رسول کے نام سے اس یونیورسٹی کو منسوب کیا جائے انہوں نے میڈیا سے مطالبہ کیا کہ مشال خان کو کوریج دینا بند کی جائے، وہ شاتم رسول ہے اسے ہیرو کے طور پر پیش نہ کیا جائے۔ظاہر ہے اس جراءت کا اظہار علماء کے حلقے سے ہی ہوا اور یہ قابل تحسین معاملہ ہے۔میڈیا نے اس ریلی، اس موقف کو پیش نہیں کیا کیونکہ یہ آزادی کے عقیدے کا مخالف بیان تھا اس لئے اس کا بائیکاٹ کیا گیا اسے کہتے ہیں آزادی سب کی آزادی۔ یہ لبرل رویہ ہے جو مذہب دشمن ہے۔احمد جاوید صاحب دیکھ لیں۔

(۲) پیپلز پارٹی کے ایک اہم رہنما اکرام اللہ شاہد حب رسول ریلی میں سب سے آگے تھے ار عاشقان رسول کی رہائی کے نعرے لگا رہے تھے ان کو پیپلز پارٹی نے اظہار وجوہ کا خط جاری کیا اور ان کی سخت سرزنش کی۔اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پی پی پی جیسی سیکولر جماعت کے لوگ بھی توہین رسالت کے مسئلے پر کیسے جذبات رکھتے ہیں۔یہ بات تو سب کو یاد ہوگی کہ امریکہ میں توہین رسالت کے مجرم ایک پادری کو قتل کرنے کے لئے اے این پی کے غلام احمد بلور نے ایک کروڑ روپے انعام دینے کا اعلان کیا تھا۔یہ پاکستانی معاشرے کی اسلامیت، مذہبیت اور عشق رسول ہے۔حیرت ہے کہ ہماری مذہبی جماعتیں اتنے زبردست مذہبی معاشرے میں اسلام کو لوگوں کی First order desire بنا کر ابھی تک انقلاب برپا کرنے میں ناکام رہیں۔

(۳) مولانا گوہر الرحمان کے بیٹے ڈاکٹر عطا الرحمان صاحب نے علماء اور دیگر آزاد شہریوں کا کمیشن بنا کر اس واقعے کی تحقیقات کیں اور ثبوت و دلائل سے ثابت کیا کہ مشال مذہب دشمن اور عادی شاتم رسول تھا ان کی رپورٹ میڈیا نے نشر نہیں کی کیوں کہ میڈیا صرف آزادی کے عقیدے کا دفاع کرتا ہے۔وہ آزادی کے خلاف نقطہ نظر قبول نہیں کرتا تو میڈیا میں اور مولوی میں کیا فرق ہے۔میڈیا بھی تو پکا مولوی ہے جو اپنے عقیدے کے خلاف کسی الحق کو برداشت نہیں کرتا پھر گالی صرف مولوی کو کیوں دیتے ہیں۔دنیا میں کوئی تہذیب الحق کے بغیر قائم ہی نہیں ہو سکتی اگر سب تصورات خیر صحیح ہیں جیسے کہ لبرل ازم کا دعویٰ ہے تو پھر مغربی ممالک میں عدالت کیسے قائم ہے۔خیر

وشر کے تصور کے بغیر نظام عدالت نہیں چل سکتا۔ لبرل ازم کا یہ دعویٰ ہی جھوٹا ہے کہ خیر اسکا مسئلہ نہیں فرد کا معاملہ ہے۔ پبلک آرڈر میں وہ صرف آزادی (Freedom) کو خیر مانتا ہے اس کے مقابلے میں ہر خیر کو کچل دیتا ہے۔ احمد جاوید صاحب اس مسئلے سے واقف ہی نہیں اور لبرل ازم کو غیر جانبدار Deontological ثابت کر رہے ہیں۔ یہ تو Rawls کی دلیل تھی جو مغرب کے بہت سے فلسفی رد کر چکے ہیں وہ رالس کی دلیل اپنے نام سے پیش کر رہے ہیں یہ تو علمی رویہ نہیں۔

(۴)۔ تحریک لبیک یا رسول اللہ کے علامہ خادم حسین رضوی صاحب نے اس واقعے کی جو تحقیقات کیں ان سے بھی یہی ثابت ہوا کہ مشال توہین رسالت کا مجرم تھا اور مردان یونیورسٹی کے طلباء طویل عرصے سے اس کی مذہب دشمن سرگرمیوں سے واقف تھے اور اس کے رویے کے شاکی تھے۔ انہیں موقع ملا تو اسکا کام تمام کر دیا گیا۔ تحریک معصوم گرفتار طلباء سے رابطے میں ہے اور ان کے اعزا و اقارب کے ساتھ ہر سطح پر تعاون کر رہی ہے۔ مختلف علماء اس مسئلے کی تحقیق کرنے کے لئے مردان پہنچے، میڈیا نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ اس واقعے پر خادم حسین رضوی صاحب کے بیانات بھی نشر نہیں کئے گئے۔ فضل چشتی صاحب نے پریس کانفرنس کی اس کا میڈیا نے ذکر تک نہیں کیا کیونکہ لبرل عقیدے کے خلاف تھی۔

(۵)۔ صوبہ پختون خواہ کی تمام مذہبی جماعتوں کی جانب سے تصدیق کی گئی ہے کہ مشال خان شاتم رسول تھا، اس کے خلاف مظاہرے بھی ہوئے اور عاشقان رسول کی حمایت کا اعلان بھی کیا گیا ہے۔

(۶)۔ جناب حضرت مفتی منیب الرحمان نے مشال کے واقعے کے ۲۵ دن بعد روزنامہ دنیا میں اپنے کالم میں نہایت جرات مندی کے ساتھ اپنی تمام تحقیقات کے بعد ثابت کرتے ہوئے لکھا کہ مشال نے توہین رسالت کی اور آج تک حکومت نے توہین رسالت کے کسی معاملے میں اس وقت تک ایف آئی آر نہیں کاٹی جب تک عوام نے تھانے پر چڑھائی نہیں کی لہذا اس لاقانونیت کی صورت حال میں اس طرح کے واقعات کا ہونا ناممکن نہیں۔ مفتی صاحب وفاق تنظیم المدارس کے صدر اور سارے دینی وفاقوں کی فیڈریشن کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ مفتی صاحب ۲۵ دن تک خاموش رہے یہ ان کے احساس ذمہ داری کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے ۲۵ دن تک کھوجنے،

کر ید نے ،تحقیق ،تجسس کر نے کے بعد نہایت نپے تلے انداز میں مشال کو شاتم قرار دیا۔ جے آئی ٹی نے پاکستان کے تمام علماء ،تمام مکا تب فکر کی متفقہ رائے کو تسلیم کر نے سے انکار کر دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جے آئی ٹی یک طرفہ رپورٹ ہے یہ لبرل ایجنڈا ہے ،لبرل میڈیا کی خواہشات کے مطابق لکھی گئی ہے۔لیکن یہ بات درست ہے کہ علماء نے عموماً اس انتہائی حساس ،نازک معاملے پر اس جرأت ،قوت ،بے باکی ،شرح صدر کے ساتھ اپنے موقف کا اظہار نہیں کیا جس طرح شہید ممتاز قادری کے مسئلے پر ان کا موقف تھا علماء ،صوفیاء ویڈیو فلم کے اثرات سے سات گروہوں میں تقسیم ہو گئے :

(۱)۔ پہلا مختصر گروہ ان کا جنہوں نے اس مسئلے میں پہلے ہی دن گرفتار طلباء کے ساتھ کھڑے ہونے کا اعلان کیا اور شاتم رسول کی کھلی مذمت کی۔

(۲)۔ دوسرا گروہ یہ کہتا رہا کہ عاشقان رسول کا جذبہ عشق تو قابل تحسین ،تکریم ،تعظیم ہے، ان کا عمل بھی صحیح ہے مگر ان کا طریقہ کار غلط ہے، ان کو قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے تھا ،وہ مجرم کو عدالت کے سپرد کر دیتے۔

(۳)۔ تیسرے وہ جو خاموش ،مبہوت ،مہر بہ لب ،حیرت زدہ ہیں ان کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کہیں ان کا موقف یہ ہے کہ تمام باتیں درست مگر ویڈیو کا جواب کیسے دیں؟ الحمد اللہ انکا ایمان سلامت ہے مگر ویڈیو نے ان پر منفی اثرات ڈالے اب وہ اس اثر سے باہر نکل آئے ہیں۔

(۴)۔ علما میں پہلی مرتبہ ایک چوتھا گروہ پیدا ہوا جس نے مشال کو شہید قرار دیا اور عاشقان رسول کی مذمت کی۔ایسا گروہ پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا۔ یہ بہت افسوسناک اور شرمناک تبدیلی ہے۔

(۵)۔ ایک گروہ ان علماء کا تھا جو مشال کے قتل کو درست سمجھ رہے تھے مگر چپ تھے، وہ اس کی عقلی ،منطقی دلیل تلاش کر نے سے قاصر تھے اور مشال کے حق میں کوئی بیان نہیں دینا چاہتے تھے، وہ کسی دلیل کی جستجو میں تھے۔ امیر جماعت اسلامی سراج الحق کو غامدی صاحب کے مرید سلیم صافی نے فون کر کے مشال واقعے پر انکی رائے معلوم کرنا چاہی تو سراج الحق صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا یہ ایمانی رویہ تھا جس سوال کا جواب معلوم نہیں اس کے بارے میں خاموش رہنا یا لا ادری کہہ دینا یہی صحیح طریقہ کار ہے۔سلیم صافی نے ان کی خاموشی پر جل کر ان کو مشتعل کر نے کے لئے لبرل ایجنڈے کے تحت طے شدہ سوال پوچھا کہ چلئے سراج الحق صاحب اگر آپ مشال

کے قتل کی مخالفت نہیں کر سکتے تو کم از کم اس قتل کی اور قاتلوں کی حمایت ہی کر دیں سراج الحق صاحب نے اس پر بھی خاموشی اختیار کی لیکن ہر صاحب ایمان سمجھتا ہے کہ اگر کوئی شاتم رسول، غیرت مند مسلمانوں کے ہجوم کے سامنے توہین کرے گا تو کوئی غیرت مند مسلمان شاتم کو زندہ نہیں چھوڑے گا مگر اس شعور پر ایمان رکھنے کے باوجود اس شعور کو زبان دینا، اس کا بیباکانہ اظہار کرنا ویڈیو فلم نے محال بنا دیا تھا لبرل، سیکولر، اسلامی جماعتوں کی خاموشی پر بھی خوفزدہ تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ سب مذہبی جماعتیں قتل کی مذمت کر دیں لیکن علماء کی اکثریت نے اس معاملے میں خاموشی اختیار کی یہ بھی بہت بڑا خیر ہے۔

شاتم رسول کے قاتل، غازی کو سزا نہ دینے کی حکمت کیا ہے؟

حضرت ابو محجن ثقفی کو شراب کی سزا کیوں نہیں دی گئی؟

توہین رسالت کے مسئلے پر کسی فرد کی جانب سے قتل کر دینے کا معاملہ بہت سیدھا اور سادہ ہے۔ اسلامی علمیت کی تاریخ میں کسی عالم، فقیہ، مجتہد نے کبھی کہیں کسی مسلمان کو یہ اجازت نامہ نہیں دیا کہ وہ شاتم رسول کو اسی وقت توہین کرتے ہی قتل کر دے۔ اسلام نے شاتم رسول کو موقع واردات پر فوراً قتل کرنے کے لئے نہ اکسایا نہ ورغلایا نہ اس عمل کی تاکید کیلیکن اگر کوئی مسلمان اپنے جذبات کے زیر اثر اپنی ایمانی غیرت کے تحت ایسے بے غیرت شاتم رسول کو قتل کر دے تو ایسے غازی کے جذبات، احساسات، غیرت ایمانی، حمیت دینی کی تعظیم، تکریم، احترام کرتے ہوئے اسے مقتول کے قصاص میں کبھی قتل نہیں کیا گیا حضرت ابو محجن ثقفیؓ کے لئے شراب کی سزا اسی لئے معاف کر دی گئی تھی کہ انہوں نے قیدی ہونے کے باوجود اپنی جان خطرے میں ڈال کر امت کی خاطر میدان جنگ میں داد شجاعت دی وہ جان بچانے کے لئے قید میں رہ سکتے تھے لیکن جب انہوں نے اللہ کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے جذبہ کا عملی اظہار کیا تو چھوٹی سی سزا خود بخود معاف ہو گئی شاتم رسول کو قتل کرنے والے کو اسی اصول کی بنیاد پر معاف کر دیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی غیرت ایمانی کا ثبوت اپنی جان خطرے میں ڈال کر اور دوسرے کی جان لے کر دیا۔ اس عمل میں اس کی جان بھی شاتم کے ہاتھوں جا سکتی تھی یا اسے عدالت قصاص کی سزا سنا سکتی تھی مگر اس نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اپنی جان قربان کرنے کی کوشش کی۔ یہی جراءت، عزیمت، استقامت اسلامی شریعت میں قابل تکریم ہے لہذا عہد

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر خلافت عثمانیہ تک امت کا اجماع ہے کہ شاتم کا خون هدر کر دیا جائے گا اور غازی کو قتل کی سزا نہیں دی جائے گی۔

۶۔صوفیوں میں بھی ایک صوفی احمد جاوید صاحب ہیں جو ویڈیو فلم دیکھ کر اس قدر حیران، پریشان اور مغضوب الغضب ہوئے کہ حضرت صاحب نے فرمادیا کہ درندوں نے عشق رسول کی حفاظت کا کام سنبھال لیا ہے۔عاشقان رسول کو درندہ کہنا وہ بھی ایک صوفی کی زبان سے ہمارے لیے حیران کن بات ہے۔حضرت نے کراچی میں کھارادر میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کے عرس میں ایک تقریر کی تھی جس میں فرمایا تھا کہ اعلیٰ حضرت کی شان کیا ہے کوئی مجھ سے آکر پوچھے۔آپ لوگوں نے اعلیٰ حضرت کی ویسی قدر نہیں کی جیسی کرنی چاہیے تھی۔شاعری میں اعلیٰ حضرت مولانا روم کے پائے کے شاعر ہیں اور علم دین میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی جیسا مقام و مرتبہ آپ کو حاصل ہے اور اس تقریر سے حضرت کا پہلی مرتبہ مذہبی، علمی تعارف ہوا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مدح کرنے والا غازیان و عاشقان رسول کی ایسی مذمت کرسکتا ہے ان کی زبان سے عاشقان رسول کی شان میں گستاخی ہمارے لئے نہایت حیران کن تھی۔

حضرت نے اسلام کی توہین، تذلیل، تضحیک، تحقیر کرنے والے پروفیسر ہود بھائی کو ایک مثالی، عالی، معیاری شخص کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ کاش میرے اندر پرویز ہود بھائی جیسی جرات اور درویشی ہوتی ان کا اشارہ اس طرف تھا کہ وہ اگر ہود بھائی جیسے درویش اور جرات مند ہوتے تو مردان میں مشال کے قتل کے مسئلے پر کھلم کھلا ان تمام علماء کی مخالفت کرتے جو اس قتل کو جائز قرار دے رہے ہیں۔مشال کے خون کو هدر کہہ رہے ہیں اور عاشقان رسول کی رہائی کا مطالبہ کر رہے ہیں احمد جاوید صاحب جیسے صوفی سے اسی قسم کے رویے کی توقع کی جاسکتی ہے کیونکہ موصوف ایمان اور عقیدے کے بارے میں بھی ایک ایسا ہی باطل بیان جاری کر چکے ہیں۔فلسفے کے ایک درس میں انہوں نے جو کچھ فرمایا ماہنامہ البرہان نے اس درس کو من وعن شائع کر دیا حضرت والا کی علمیت ملاحظہ کیجئے۔

یونان نے ایک فلسفیانہ ما بعد الطبیعیات کو جنم دیا یونانی روایت نے Metaphysical themes کو فلسفے کا موضوع بنایا اور انہوں نے میٹا فیزیکل مباحث کو تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک کلینکل رنگ دینے کی کوشش کی یونانی

روایت ہندی چینی روایتوں کے بالمقابل یہ امتیاز رکھتی ہے کہ اس نے میٹا فزکس کو تقریباً Empericise اور logicist کرنے کی کوشش کی میٹا فزکس کو محسوساتی اور ریاضیاتی استدلال دینے کی سعی کی میٹا فزکس کو ایک logic فراہم کی اور اسے ایک scientific argumentation کے tool عطا کیے یہ ہے یونانی روایت کا اصل امتیاز [برہان جون ۲۰۱۱ ص ۱۳۵] احمد جاوید صاحب نے البرہان فورم میں ان خیالات کا اظہار کیا تو اس پر ایک سامع نے سوال کیا کہ ''آپ نے اہل یونان اور ان کی فکر کی جس طرح توصیف و تعریف کی ہے، خدانخواستہ کہیں امام رازی علیہ الرحمہ والا معاملہ نہ ہو جائے۔ کیونکہ ہمارا تو مرض ہی مغربی فکر و تہذیب سے مرعوبیت ہے اور اسی کا علاج تو مطلوب ہے جس کے لیے ہم یہاں بیٹھے ہیں؟

جواب: بھائی! یہ نہایت ہی نرم تنقیدی ردِّ عمل آیا ہے۔ اسی کی پیش بینی کر کے کہہ رہا تھا کہ مغرب پر لعنت بھیجنے کے لیے بھی لعنت بھیجنے والے کو کسی رائے کا حامل ہونا چاہیئے۔ رستم کو کم زور سمجھ کر گرانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ہم یونانی روایت کی بات کر رہے ہیں وہ ہماری بھی محسن روایت ہے۔ یہ یونانی روایت کی مداحی ہو رہی تھی، میں مغرب جدید کی تعریفیں نہیں کر رہا تھا۔ اور جو شخص افلاطون کی تعظیم کا تصور نہیں رکھتا وہ قرآن بھی نہیں سمجھ سکتا، اس کو علم سے کوئی مناسبت ہی نہیں ہے، اس کے اندر انسان ہونے کی qualification ہی نہیں ہے جو سقراط، افلاطون اور فیثا غورث سے متاثر نہیں ہو سکتا اور ان کے لیے تعظیمی جذبات نہیں رکھتا۔ ہمارے ذہنوں کا عامیانہ پن ہمارے دشمنوں کی گہری پلاننگ کا جواب نہیں ہوسکتا۔ ہم تمام مسائل کو چند جارحانہ جذبات اور چند عامیانہ خیالات سے face کرنا چاہتے ہیں، یہی ہمارے زوال کا سب سے بڑا سبب ہے کہ جس قوت سے لڑنے کے لیے غزالی علیہ الرحمہ جیسا آدمی چاہیے ہم اس قوت سے لڑنے کے لیے امامِ جمعہ پر تکیہ اور انحصار کر رہے ہیں۔آپ لوگ اس کو سمجھیں اور ابھی بہت سے خطرات ہمارے لیے پیدا کرنے کا مغرب مصمم ارادہ کر چکا ہے جن کا فی الحال ہمارے یہاں شعور بھی نہیں پایا جاتا۔ [ص ۳۹ محولہ بالا]۔

افلاطون کی تعظیم کے بغیر قرآن کا فہم ہی ممکن نہیں ہے یہ نقطہ نظر ایمانیات کے باب میں

ایک نئے عقیدے کا اضافہ ضروری ہے جس کے تحت سقراط افلاطون فیثاغورث پر ایمان لانا ان کی تعظیم کرنا ان کے افکار کا فہم حاصل کرنا اور فہم حاصل نہ ہو تو ان کے اکرام و تعظیم کا ادب سیکھنا اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر قرآن کا فہم بھی ممکن نہیں ظاہر ہے قرآن کے فہم کے بغیر سنت کا فہم دین کا فہم آخرت اور سالت کا فہم بھی ممکن نہیں دین کے فہم کو ذات رسالت م آب، حیات صحابہ کرام، اجماع امت، تاریخ امت کے بجائے دین کی آمد سے پہلے کے یونانی فلاسفہ پر منحصر کرنے والا مغربی فلسفے سے کتنا متاثر ہوگا۔ احمد جاوید صاحب کی یہ تحقیق کہ اس شخص کو علم سے کوئی مناسبت ہی نہیں ہوسکتی بلکہ وہ شخص انسان ہی نہیں ہے جو سقراط افلاطون فیثاغورث سے متاثر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا انسان کے انسان ہونے کو کافر فلسفیوں کی تصدیق و تعظیم سے مشروط کرنا فکری مرعوبیت کے سوا کچھ نہیں احمد جاوید صاحب کی اس منطق، فلسفے، تشریح، تفسیر اور۔ اس تعریف کا اسلامی تاریخ پر اطلاق اور انطباق کیا جائے تو معتزلہ، بعض مسلم فلاسفہ اور جناب احمد جاوید کے سوا اسلامی تاریخ کے تمام ادوار اور تمام بڑے لوگ نہ علم سے بہرہ ور تھے نہ عقل سے نہ وہ انسان کہلانے کے مستحق تھے جناب احمد جاوید کے اس اصول کی زد ''خیر القرون'' پر بھی پڑتی ہے۔

مسلمانوں اور اسلامی تاریخ کی تذلیل، تحقیر، تضحیک کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے مادی، سائنسی علوم میں کوئی کردار ادا نہیں کیا، تمام علوم یونان اور مغرب نے دیئے، جو مذہبی ذہن یونان، مغرب جیسے علوم تخلیق نہ کر سکے وہ بے کار ہے۔ سب مسلمان پہلے یونانی علوم کے محتاج تھے آج مغربی علوم کے محتاج ہیں۔ علوم عقلیہ کی دنیا میں وہ کوئی کارنامہ انجام نہ دے سکے یہی ان کے زوال کی اصل وجہ ہے۔ اصل ایمان وہ ہے جو علوم عقلیہ کی بنیاد بنے۔ اس دلیل اور اصول کی تقریر انہوں نے اس طرح کی ہے:

ایمان اگر شعور کا واحد مرکز بن جائے تو ایمانی ذہن سے طرح طرح کے عقلی عملی تجربی حسی طبیعیاتی علوم پیدا ہوتے ہیں' چاہے وہ علوم بظاہر دُنیوی ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر ایمانی ذہن مؤثر ہوتا تو اس سے پیدا ہونے والی سائنس وہ سائنس نہ ہوتی جو آج مسلّط ہے۔ اس اسلامی دینی ذہن نے اپنی ذمہ داری اچھی طرح ادا کی ہوتی تو معاشی علوم یعنی انسانی معیشت کو چلانے والا ایک عالم گیر نظام' اپنے اصول اور مظاہر کے ساتھ یہ نہ ہوتا۔ علم کا مطلب ہے محسوسات کو معنی دینا۔ کہ ایک شعور اپنے مرکز کے ساتھ زندہ تعلق رکھتا ہو اور اپنے بنیادی

مسلّمہ کے ساتھ سنجیدہ اور صادق ہو تو وہ محسوسات کو معنی نہ دے۔"معلومات و علوم" یہ سب کچھ جو ہیں وہ اپنے معنی میں ایمانی شعور سے متصادم نہ ہوں' تو ہمارے اجتماعی مسلم ذہن نے ایمان کی اس انتہائی نازک، انتہائی بڑی اور فطری ذمہ داری ادا کرنے میں کسل کا مظاہرہ کرکے غیر ذمہ داری کا ارتکاب کیا۔(حکمت قرآن اپریل ۲۰۱۵ ص ۵۸)

ہمارا ایمان دنیا اور انسان کے بارے میں علوم کی بنیاد نہیں بن رہا (ص ۳۸ حکمت قرآن جنوری ۲۰۱۵)

ایمان کہتے ہیں شعور کو ایک ایسا حتمی تخیل (building idea) فراہم کر دینا۔شعور کو ایک ایسا ہمہ گیر عقیدہ فراہم کر دینا۔کہ شعور اس عقیدہ کو اپنی رگ رگ میں رچا بسا کر علوم سازی کا کام کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔یعنی ایمان ایک اعلیٰ ترین سطح پر متاع شعور بنے اور اپنی فعال حالت میں دنیا اور آدمی یا انسانوں کے لئے درکار تمام علوم کی تشکیل کا واحد سبب اور اکیلی سند بن کر دکھائے۔(حکمت قرآن جنوری ۲۰۱۵ ص ۳۹)

آج ہماری دین داری کے تمام ادارے اور تمام روایتیں ایمان کو ام العلوم اور ام الاخلاق بنانے میں ناکام ہیں۔آج ہمیں اگر علم کا (یعنی شعور کی بلندی کا) کوئی نمونہ ڈھونڈنا ہوگا تو وہ دینی حلقوں میں نظر نہیں آتا۔چنانچہ آج اگر اخلاقی برتری کا کوئی نمونہ ڈھونڈنا ہوگا تو وہ دینی حلقوں میں نظر نہیں آتا۔چنانچہ آج اگر اخلاقی برتری کا کوئی نمونہ ڈھونڈنا ہوگا تو وہ دین دار لوگوں کے حلقے کی نسبت دین داری کی روایت سے باہر والے لوگوں میں زیادہ شدت اور تاثیر کے ساتھ نظر آتا ہے۔جن اصولوں کی بنیاد پر ہمارا دین اخلاقی وجود کی سیرابی کرتا ہے ان اصولوں سے سب سے زیادہ انحراف اس دین کے خود ساختہ ترجمانوں نے کیا ہے۔(حکمت قرآن جنوری ۲۰۱۵ ،جون ۲۰۱۵)

یونانیوں کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے شعور کی مستقل ماہیت اور شعور کی مستقل ضرورت کو کمال شدت اور جامعیت کے ساتھ متعین کردیا انسان نے اپنے آپ کو، دنیا کو اور دنیا کی حقیقت کو جاننے کے لیے جوکچھ علوم ایجاد کیے ان تینوں دائروں میں جتنے بھی علم پیدا ہوئے ان کی بنیادی علمیت اور بنیادی منطق یونانی ہے یونانی روایت نے مغرب کو پیدا کیا اور اسلام میں مذہبی

شعور کی چند بڑی روایتوں کو جنم دیا یونانی روایت کی اثر اندازی کا یہ عالم ہے کہ یہ مذہب اور تہذیبوں کے امتیازات کو پھلانگ کر ایک شان عالمگیری کے ساتھ انسانی ذہن پر اثر انداز ہوا ہے [ص ۳۰ تا ۳۶ البرہان جون ۲۰۱۱ء مدیر ڈاکٹر محمد امین] یونان کی عظمت ثابت کرتے ہوئے وہ بتاتے ہیں کہ تمام طبعی سماجی نفسیاتی وجودیاتی علوم، تمام بنیادی تصورات کو تخلیق کرنے والے علمی اصول ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کی جڑیں یونانی روایت میں واضح طور پر نہ ملتی ہوں مسلمان متکلمین کو اپنے دفاع کے لیے یا فلسفیوں کو اپنے اظہار کے لیے کسی روایت کی حاجت ہوئی تو وہاں یونانی آگئے [ص ۳۷ محولہ بالا]

یونانیوں کے کارنامے کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسانی ذہن کی استعداد سے پیدا ہونے والے تقریباً تمام علوم یونانی ماخذ سے پیدا ہوئے یعنی تاریخ انسانی میں انسانی شعور نے جتنے علوم ایجاد کیے وہ تقریباً تمام کے تمام یونانی علمیت پر ایجاد ہوئے ہیں [ص ۳۶ محولہ بالا]۔

احمد جاوید صاحب کے ان اصولوں پر "خیر القرون" بھی پورا نہیں اترتا، سب سے زیادہ ایمان خیر القرون اور انبیاء کرام کے پاس ہوتا ہے، علوم عقلیہ کی تاریخ میں انبیاء کرام، صحابہ کرام، علماء کرام کا کوئی کردار نظر نہیں آتا۔

دینی احکام میں ہمیشہ عقلی، منطقی استدلال کو پیش کرنا جدید رجحان ہے، خطرناک ہے اسلامی علمیت معقول، منقول سے حاصل کرتی ہے۔

سوال: آپ کے تمام دلائل وزنی ہیں لیکن پھر بھی یہ سوال اپنی جگہ ہے کہ علماء کی جانب سے مشال کے مسئلے پر مفتی منیب الرحمان کی رائے ۲۵ دن کے بعد آئی اس رائے پر صرف مفتی منیب الرحمان صاحب نے مضمون لکھا اس کے سوا کسی دوسرے عالم کا مضمون نہیں ملا اس رائے پر علماء کے بیانات بھی نہیں آئے اس کی کیا وجہ ہے؟ جسارت، امت جیسے اخبارات نے اداریے تک نہیں لکھے تمام لبرل کالم نگار بھی اس مسئلے پر خاموش ہی رہے کسی نے بڑھ چڑھ کر اس مسئلے پر لکھنے کی کوشش نہیں کی؟

جواب: مشال کا واقعہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد، بے مثال اور غیر معمولی واقعہ تھا※ اور اس کے ساتھ ساتھ ویڈیو فلم لہٰذا علماء اس واقعے کی کوئی عقلی، منطقی توجیہ کرنے سے قاصر تھے۔ چند علماء

کی رائے تھی کہ تمام باتیں درست ،توہین رسالت کے مقدمے سے متعلق تمام شرعی دلائل بھی درست لیکن اس ویڈیوفلم کا رد کیسے کیا جائے ظاہر ہے جب آپ دین کے نقلی منہاج میں ہر نقلی حکم کی عقلی تشریح کرنے لگیں اور اس کے عادی ہو جائیں تو کئی معاملات ایسے آتے ہیں جہاں ہر سوال کا جواب عقل اور منطق سے نہیں دیا جا سکتا ایک زمانے تک منطق کو اور منطقی استدلال کو حتمی استدلال سمجھا جاتا تھا لیکن حال ہی میں Fuzzy Logic کی ایجاد کے بعد منطقی بنیادوں پر بھی ہر قضیے کو ثابت کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔امام غزالیؒ وغیرہ نے عقل کی محدودیت بتائی تھی کہ عقل ہر نقلی معاملے میں رہنما نہیں ہوسکتی۔Fuzzy Logic نے اکیسویں صدی میں بتادیا کہ منطق بھی کسی مسئلے ،قضیے کو سو فیصد ثابت نہیں کرسکتی اس میں بھی احتمالات ،اشتبہات ،اشکالات ہو سکتے ہیں لہذا ہمیں نقلی احکامات کی عقلی تعبیریں اور اکیسویں صدی میں سائنسی تعبیریں پیش کرنے کی جو عادت پڑ گئی تھی وہی عادت اس وقت ہمارے لئے بہت بڑا مسئلہ بنی۔اگر ہم کسی دینی حکم کو صرف نقل کی بنیاد پر ایمان کی بنیاد پر اختیار کریں تو ہمارے لئے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔مگر ہم عہد حاضر میں امام احمد بن حنبلؒ کا طریقہ اختیار کرنا پسند نہیں کرتے کیوں کہ اس طریقے کی قیمت یہ ہے کہ ہمیں اس کے لئے اپنی پیٹھ حکمرانوں کے سامنے کوڑے کھانے کے لئے پیش کرنا پڑتی ہے ہم اس قربانی کے لئے تیار نہیں۔۔۔امام احمد بن حنبلؒ نے مسئلہ خلق القرآن کے سلسلے میں کوئی عقلی کوئی منطقی دلیل ہی نہیں دی۔انہوں نے بتادیا کہ جب رسول کی حدیث سامنے آجائے تو عقلیت، منطق ،فلسفے کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی۔حدیث ہی حجت ہے،حکم قطعی ہے اس کے بعد کسی استدلال کی گنجائش نہیں۔

بادشاہ وقت جو معتزلہ کا مداح، عاشق، حامی مددگار تھا امام صاحب کو دربار میں مناظرے کے لیے بلاتا تھا کہ وہ معتزلہ کے عقلی، منطقی ،فلسفیانہ دلائل کا جواب دیں لیکن امام صاحب کسی گفتگو بحث مناظرے میں کوئی جوابی، عقلی، منطقی ،فلسفیانہ دلیل نہیں دیتے تھے وہ بس نقل پر قائم تھے وہ ہر دلیل کے جواب میں صرف حدیث رسول کریمؐ پیش کرتے تھے وہ فرماتے تھے میرے آقا نے یہ فرمایا ہے بیس سال تک ان کی پیٹھ پر کوڑے برستے رہے وہ گلیوں میں کوڑے کھاتے لہولہان پیٹھ لے کر صرف ایک آواز بلند کرتے رسول اللہؐ نے یہ فرمایا ہے ظلم کی رات آخر کار ڈھل گئی امام احمد بن حنبلؒ کی نقلی دلیل کو فتح حاصل ہوئی ان کے ایثار، قربانی، عزیمت، کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا انتقال ہوا تو تیس ہزار عیسائیوں نے اسلام قبول کرلیا جو ان کے کردار کی قوت سے بے حد متاثر تھے

اسلاف کے یہاں معقول بھی منقول سے ہی حاصل ہوتا تھا امام سیوطی کا قول ہے: ان الفقہ معقول من المنقول۔

اصل علم معقول نہیں منقول ہے

لیکن عہد حاضر میں ہم صرف معقول کی تلاش میں ہیں جب ہم معقول کی بنیاد پر اپنی بات کہنے سے قاصر رہتے ہیں تو ہم منقول کو پیش کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے منقول پر شرم آتی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے لوگ کچھ بھی کہتے رہیں نقل کا حکم ہی حجت ہے ہر نقلی حکم کی حکمت، مصلحت، غایت، عقلیت، افادیت ہم پر آشکار نہیں ہوسکتی جس نقلی حکم کی حکمت، عقلیت ہم پر آشکار بھی ہوتی ہے وہ نہ قطعی ہے نہ حتمی ہے نہ کلی ہے نہ حجت ہے وہ بس ایک دلیل ہے کسی فرد کی جو کسی دوسرے بڑے عالم کی عقلی منطقی دلیل سے کبھی بھی رد ہوسکتی ہے دینی احکامات پر عمل کے لیے احکامات کی علت، حکمت، عقلیت کا فہم امر لازم نہیں ہے اس بنیاد پر تو لوگ دین پر عمل ہی نہیں کریں گے دین کی پوری روایت ہم کو پیغمبر کے ذریعے ملی ہے پیغمبر کو یہ روایت وحی الٰہی کے ذریعے اور کلام الٰہی کے ذریعے عطا ہوئی ہے جن تک رسائی ہمارے لیے ممکن ہی نہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کب کیسے کہاں کس نے نازل کی یہ سب نقلی روایات ہیں جن پر ایمان لانا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ہے تو ہم نے ان کے کہنے پر اللہ کو مانا انھوں نے فرمایا کہ یہ کتاب اللہ ہے تو ہم نے ان کے کہنے پر کتاب اللہ کو تسلیم کیا انھوں نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو ان کے کہنے پر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اللہ تسلیم کیا یعنی اصل ماخذ دین ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس کے ذریعے ہمیں توحید کا اللہ کا کتاب اللہ کا علم حاصل ہوا علم کا یہ پورا دائرہ نقلی ہے عقلی نہیں سائنسی، تجربی نہیں اس دائرۂ علم میں عقل کا کہیں گزر نہیں یہ ایمان کا دائرہ ہے یہ نفس مطمئنہ کا مرحلہ ہے یہاں دلیل، عقل، منطق نہیں چلتی یہاں صرف ایمان لانا پڑتا ہے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کہہ دیا وہ حرف آخر ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو ایک مشرک نے حضرت ابوبکرؓ کو طنزاً اطلاع دی کہ آپ کے پیغمبر اب آسمانوں تک سفر کرکے آرہے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ سنا تو فرمایا اگر رسول اللہ نے کہا ہے کہ وہ آسمانوں پر تشریف لے گئے تو یقیناً درست کہا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں اس تصدیق پر حضرت ابوبکرؓ کو صدیق کا خطاب ملا۔ آج کا مسلمان ہوتا تو دس مرتبہ سوچتا کہ میڈیا والے پوچھ رہے ہیں رسول اللہ بغیر سواری، ہوائی جہاز کے مدینہ سے بیت المقدس چلے گئے اور پھر آسمانوں تک سفر کرکے واپس اس طرح اور اس قدر جلد آئے کہ دروازے

کی کنڈی بھی ہل رہی تھی زمان مکان کی اصطلاحات میں اور زمان و مکان کے قیدی ذہن کے لیے تو تجربی، حسی، طبعی، سائنسی، عقلی، منطقی طور پر یہ سفر ممکن ہی نہیں تھا ظاہر ہے ایمان کے لیے عقل نہیں عشق کی ضرورت ہے عشق ایمان پر یقین سے پیدا ہوتا ہے اسلام کی علمی روایت نقل کی اور عشق کی روایت ہے ؎ عقل تمام بولہب عشق تمام مصطفیٰ۔

اسی لیے غامدی صاحب کہتے ہیں کہ عشق کی یہ روایت بہت بڑا خطرہ ہے کیوں کہ عشق کب جنوں بن جائے اس کا پتہ نہیں حالانکہ عشق اور جنوں ہی انقلاب کی بنیاد ہے اگر عشق اور جنوں نہ ہوتا تو حضرت بلال حبشیؓ کبھی انگاروں پر جل کر احد احد نہ پکارتے۔ روایت میں ہے کہ آپ کی چربی پگھل کر بہہ جاتی مگر آپ ایمان سے انکار نہ کرتے۔ یہ عشق اور جنوں کے بغیر ممکن نہیں۔ غامدی صاحب کو اسلام کی اس عظیم روایت پر ہی اعتراض ہے۔

عقلی دلائل کی اسلامی علمیت میں بہت زیادہ اہمیت نہیں

رالس، ڈربن، دلیوز لبرل ازم، کیپٹل ازم کی دلیل نہیں دیتے، ان کا مطالبہ ہے بس ایمان لاؤ، شور نہ کرو

عصر حاضر کا مذہبی ذہن معقولات پر زیادہ انحصار حاصل کرنے لگا ہے اس لیے منقولات سے اس کا تعلق کم زور ہو رہا ہے اور اسے منقول پر اس قدر اعتماد نہیں ہے جس قدر معقول پر ہے لیکن دین اصلاً منقول ہی ہے منقول کے مطابق معقول کو ہونا چاہیے ہم معقول کے مطابق منقول کو کرنا چاہتے ہیں۔ احمد جاوید صاحب نے شیخ زید سینٹر میں ملا صدرہ کے فلسفے پر اپنے خطبے میں یہی نقطہ نظر پیش کیا ہے اسلامی علمیت میں عقل ماخذ [Source] علم نہیں ہے وہ محض ایک ذریعہ [Mean] وسیلہ، آلہ، ہتھیار، اوزار ہے [Tool] ہے عقل فی نفسہ مقصود نہیں ہے کیوں کہ عقل End in itself نہیں ہے اس کے برعکس دین کے تمام نقلی احکامات کسی عقلی دلیل کے محتاج نہیں تمام منصوص احکامات End in themselves ہیں یہ تمام احکامات Taken for granted ہیں ان پر صرف ایمان لانا ہوگا ان کی کوئی عقلی دلیل میسر آجائے تو ٹھیک ہے مگر ایمان لانے کے لیے کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہیں ایمان تو صرف ایمان ہوتا ہے ایمان لانے کے بعد اس نقلی علم کے دائرہ کے تابع عقل کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ عقل ایمان کے تابع ہوتی ہے ایمان عقل کے تابع نہیں عقل کفر کو بھی دلیل فراہم کرتی ہے اور یہی عقل دین کے لیے بھی دلیل مہیا کرتی

ہے یہ اصلاً کچھ نہیں ایمان کے تابع ایک ذریعہ ہے بس

لبرل ازم، سیکولرازم، کیپٹل ازم سب ایمانیات پر کھڑے ہوئے ہیں وہاں کوئی عقلی دلیل نہیں دی جاتی وہ تو کہتے ہیں کہ بس آزادی، مساوات، ترقی پر ایمان لاؤ اس ایمان کی عقلی دلیل کی ضرورت نہیں۔ مغرب میں سب سے کم گفتگو آزادی کے عقیدے پر ہوتی ہے کیوں کہ اس پر تو ایمان لایا جاتا ہے اور ایمان لانے کے بعد ہی اس کی عقلی دلیلیں دی جاسکتی ہیں لہٰذا آزادی کے بارے میں مغرب یہی کہتا ہے کہ Belive in

جان رالس اس صدی میں لبرل ازم کا سب سے بڑا فلسفی ہے وہ لکھتا ہے جو آزادی کے عقیدے جمہوریت وغیرہ کا دشمن ہے اسے جراثیموں اور جنگوں کی طرح ختم کردیا جائے یہ وہ لبرل ازم ہے جو عقلیت پرستی Rationalism کا قائل ہے جو انسان کو ایک وجود عقلی Pure Rational being تصور کرتا ہے س کے باوجود وہ آزادی جمہوریت کے خلاف کوئی دلیل سننے کی آزادی کے خلاف کوئی کوشش برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہے دونوں مفکرین کے دہشت گردانہ اصل الفاظ پڑھیے:

That there are doctrines that rejects one or more democratic freedom is itself a permanent fact of life, or seems so. This gives us the practical task of containing them__like war and disease __ so that they do not overturn political justice [John Rawls, Political Liberalism, New York : Columbia University Press, 2005, p.64]

if one does not see the virtue of that .ideal, then I do not know how to convince him. To be perfectly blunt,sometimes I am asked,when I go around speaking for Rawls, What do you say to an Adolf Hitler? the answer is [nothing]. You shoot him. You do not try to reason with him. Reason hasno bearing on this question. So I do not want to discuss it (Burton Derben on Rawls & Political Liberalism *in the cambridge companion to Rawls* [ed.S.R.,Freeman] UK: Cambridge University Press USA 2003 Page 328-329)

جدید دنیا کے جدید عقیدوں نے انسان کو جس تباہی تک پہنچا دیا ہے اس کے تصور سے گھبرا

کر اس صدی کے سب سے بڑے فلسفی گلز ڈیلوز نے جسے [Philosopher of Desire] کہا جاتا ہے ہسپتال کی کھڑکی سے چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی تھی۔ جس تہذیب کے پیغمبر کو اپنی تہذیب کے عقیدوں ایمانیات پر یقین اور نفس مطمئنہ حاصل نہ ہو اس کے پاس خودکشی کے سوا کوئی متبادل نہیں ایک خودکشی کرتی ہوئی تہذیب سے مقابلے کے بجائے احمد جاوید صاحب ان کے اجتہادات پر امت کو عمل کی دعوت دے کر اس تہذیب کے عقیدوں کی اسلام کاری میں مصروف ہیں۔ ڈیلوز اپنی کتابوں میں سرمایہ دارانہ نظام کو شیز وفرینک سسٹم لکھتا ہے اپنی کتابوں میں وہ جدید نظام زندگی کو ننگی گالیاں دیتا ہے اس کے باوجود اسی نظام کی اصلاح کا آرزومند ہے اسے مسترد کرنا پسند نہیں کرتا وہ سرمایہ داری کا ناقد بھی ہے اور نقیب بھی وہ کسی نظام کی ابدیت کا قائل نہیں مگر سرمایہ داری سے ماوراء ہونے کے لیے تیار نہیں اسے ایمان ویقین کہتے ہیں جو فلسفے میں بھی موجود ہے لیکن۔ مغرب کو صرف اور صرف مذہب پر ایمان ویقین پسند نہیں اسے وہ آزادی اظہار رائے کے منافی سمجھتا ہے سرمایہ دارانہ نظام کے بارے میں ڈیلوز کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ سرمایہ داری میں ہر شے عقلی ہے سوائے سرمایہ اور سرمایہ دارانہ نظام کے، دوسرے لفظوں میں اگر آپ اس نظام پر ایمان لے آئیں تو یہ نظام آپ کو عقلی لگے گا اگر ایمان نہ لائیں تو اس نظام کی کوئی حقیقت نہیں ہے ۔ یہ [Faith] عقیدے کی تقلید نہیں تو اور کیا ہے؟

ڈیلوز سرمایہ داری اور سرمایہ دارانہ نظام پر مغرب اور اپنے ایمان وعقیدے کے بارے میں صاف صاف لکھتا ہے:

Everything is rational in capitalism, except capital or capitalism itself. The stock market is certainly rational; one can understand it, study it, the capitalists know how to use it, and yet it is completely delirious, it's mad.Deleuze, G. (2009). Capitalism: A very special delirium. In F. Guattari, & S. Lotringer (Eds.), Chaosophy: Texts and interviews, 1972-1977 Cambridge: MIT Press.(pp.35-52).

روز ازل شیطان کے تمام دلائل صرف عقلی، منطقی تھے

شیطان نے اللہ تعالیٰ کے سامنے عقلی دلیل ہی پیش کی تھی میں آگ سے بنا ہوں انسان مٹی سے بنا ہے لہٰذا میں افضل ہوں اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ افضل وہ ہے جسے اللہ افضل کہہ دے بہتر وہ ہے جسے اللہ بہتر کہہ دے کسی چیز کی برتری، بہتری، افضلیت کا معیار کوئی شے بذات خود نہیں اس

کے خالق کی منشاء اور اس کے خالق کا حکم ہے اس لیے دینی احکامات میں منطقی موشگافیوں کی اجازت نہیں محض عقلی سرگرمی انسان کو یہودیوں کی طرح تباہ کرتی ہے جن کو اس بات پر حیرت ہوتی تھی کہ جس جانور کو اللہ تعالیٰ مار دے یعنی وہ جانور جو قضائے الٰہی سے مر جائے وہ تو حرام ہے مگر وہ جانور جسے انسان خود مار دے وہ حلال ہے وہ عقلی طور پر حیران تھے کہ مردار جو اللہ کا مارا ہوا ہے وہ کیوں حرام ہے اور انسانوں کا مارا ہوا حلال کیوں ہے مردار کیوں نہیں ہے اس کی وجہ ان کا شحِ نفس تھا مرداران کا مادی، مالی، معاشی، اقتصادی نقصان تھا نہ بیچ سکتے نہ کھا سکتے نہ خیرات میں کھلا سکتے اس کا انھیں دکھ تھا اسی عقلی دلیل کی بنیاد پر انھوں نے سوال پوچھا تھا کہ اللہ جو خود مسبب الاسباب ہے غریبوں کی مدد خود کیوں نہیں کر دیتا وہ ہم سے کیوں کہتا ہے کہ تم غریبوں کی مدد کرو اللہ خود محتاج ہے اس لیے اسے ہماری حاجت ہے ورنہ اللہ ہمیں غریبوں کی مدد کا حکم کبھی نہیں دیتا۔

احکام شریعت میں عقل نہیں نقل اصل ہے

حضرت عائشہؓ سے کسی نے ایسا ہی سوال کیا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ ایام حیض کی نمازوں کی قضاء نہیں ہے مگر ایام حیض کے تمام روزوں کی قضاء ہے تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ کیا تم حروریہ تو نہیں ہو حروریہ خوارج کا مرکز تھا خوارج دین میں شدت پسند تھے۔

قلت لست بحروریہ ولکنی اسال قالت کان یصیبنا ذلک فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلوۃ۔

یہاں عقل کی ضرورت نہیں اللہ کا حکم ہے کہ حیض کے روزوں کی قضاء ہوگی لیکن حیض کی نمازوں کی قضاء نہیں ہوگی یہ حکم اللہ کے رسولؐ نے بتایا ہے یہاں عقل نہیں چلے گی صرف نقل چلے گی۔ غامدی صاحب کہہ سکتے ہیں یہ قرآن میں کہاں ہے، قرآن نے کب کہا حیض کی نماز نہ پڑھو، کب کہا حیض کے روزے رکھو۔ ظاہر ہے اہل قرآن حیض میں کچھ بھی کر سکتے ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن نے حیض میں مباشرت سے منع کب کیا بس یہ کہا کہ حیض گندگی ہے۔ عقلی استدلال کا انجام یہی ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت چھوڑنے کا نتیجہ بھی یہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک شخص کو ہدایت کی کہ جب میں تم سے رسالت مآبؐ کی کوئی حدیث بیان کروں تو اس کے آگے منطق مثالیں وغیرہ بیان نہ کرو۔

خوارج کی شدت پسندی کا سبب عقل محض تھا۔

یا ابن اخی اذا حد ثتک عن رسول اللہ بالمسح من اعلاہ حدیثا فلا تضرب لہ الامثال۔

حضرت عائشہؓ نے حروریہ یعنی خوارج کی جس شدت پسندی کا ذکر کیا ہے اس شدت پسندی کا سبب تعقل محض Pure Reason تھا وہ منقول کو معقول بنانا چاہتے تھے حالانکہ وہ قرآن وسنت کے ماننے والے تھے مگر ان ماخذات کو اپنی ناقص عقل کے پیمانوں پر جانچتے تھے لہٰذا گمراہی ان کا مقدر بنی خوارج نے حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی تکفیر کی حالانکہ پوری امت انہی دوائمہ کے سائے تلے متحد تھی خوارج نے صرف عقل کا استعمال کیا لہٰذا وہ گمراہ ہوئے انھوں نے یہ تک نہیں سوچا کہ حضرت علیؓ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں وہ چوتھے خلیفہ ہیں اور عشرۂ مبشرہ وہ لوگ ہیں جن کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دے دی جس کو جنت کی بشارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی اس کی تکفیر کرنا اصلاً ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکفیر ہے خوارج اگر عقل کے بجائے نقل پر انحصار کرتے اور یہ سوچتے کہ حضرت علیؓ تو جنتی ہیں، ہم ان کو کافر کیسے کہہ سکتے ہیں ہم خود کافر ہو جائیں گے تو وہ غلطی نہ کرتے لیکن انھوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم، حدیث پر، نقل پر عمل کرنے کے بجائے اس کے مقابلے پر عقل کو پیش کیا۔

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ دین اگر محض عقل سے ہوتا تو موزے کی نچلی طرف مسح کرنا اوپر کی طرف مسح کرنے سے بہتر ہوتا۔

لو کان الدین بالرأی لکان اسفل الخف اولیٰ بالمسح من اعلاہ

عقل، فلسفے، منطق کی نور نبوت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں

امام غزالیؒ جو خود فلسفی تھے علم کلام میں کمال رکھتے تھے علم مناظرہ کے ماہر تھے المنقذ من الضلال میں فلسفے عقلیت پرستی، عقلاء کی عقل، حکماء کی حکمت کو غیر اہم قرار دیتے ہیں اور ان سب علمی سرچشموں کی کم مائیگی کا اعتراف کرنے کے بعد صاف صاف لکھتے ہیں اس زمین پر نور نبوت سے بڑھ کر کوئی سرچشمۂ نور سرچشمۂ علم اور سرچشمۂ عقل نہیں ہے جس سے روشنی حاصل کی جا سکے۔

ولیس وراء نور النبوۃ علیٰ وجہ الارض نور یستضاء بہ

اسی لیے وہ صوفیاء کو اللہ کے راستے کے سالک قرار دیتے ہیں اور لکھتے اس کے ہیں۔

أنی علمت یقیناً أن الصوفیۃ ھم السالکون لطریق اللہ تعالیٰ خاصۃ۔ وأن

سيرتهم أحسن السير، وطريقهم اصوب الطرق، واخلاقهم أزكى الأخلاق. بل لو جمع عقل العقلاء وحكمة الحكماء ، وعلم الواقفين على اسرار الشرع من العلماء، ليغيرواشيئاً من سيرهم، واخاقهم، ويبدلوه بما هو خير منه، لم يجدو ا إليه سبيلا، فإن جميع حركاتهم و سكناتهم، فى ظاهر هم وباطنهم مقتبسة من نور مشكاة النبوة، وليس وراء نور النبوة علىٰ وجه الارض نور يستضاء به.ابو حامد محمد الغزالیؒ، المنقذ من الضلال

امام ابن تیمیہؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے سلسلے کے صوفی ہیں۔

امام غزالیؒ کے بعد فلسفے اور علم الکلام پر سخت ترین تنقید امام ابن تیمیہؒ نے کی ہے شتم رسول پر ان کی کتاب آج بھی حرف آخر ہے۔

امام صاحب خود صوفی تھے ایک صوفی ہی شتم رسول پر اتنی عمدہ کتاب لکھ سکتا ہے جو ہر مکتب فکر کے لیے حوالے کی پہلی اور آخری کتاب ہے۔

امام ابن تیمیہؒ قادریہ سلسلے کے ایک بہت بڑے صوفی تھے آپ کی تدفین اسی لیے گورستان صوفیاء میں ہوئی تھی۔ فتاویٰ ابن تیمیہ کی دو جلدیں احسان وسلوک سے متعلق ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ابوعمر بن قدامہ اوران کے بھائی موفق الدین ابن قدامہ کو اپنا خرقۂ خلافت عطا کیا تھا عمر بن قدامہ کو اپنے والد اور چچا سے براہ راست یہ خرقہ ملا یہ ابن قدامہ ہی ہیں جنھوں نے امام ابن تیمیہؒ کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا عطا کردہ خرقۂ خلافت عطا کیا۔

امام ابن تیمیہؒ کے بارے میں یہ نئی تحقیق جارج مقدیسی نے اپنے ایک اہم مقالے میں پیش کی ہے۔

Ibn Taymiyya A sufi of the Qadiriyya order اس مقالے کا ترجمہ اقبال اکادمی نے شائع کردیا ہے۔

اسلام پر یونان کے فلسفے، منطق اور کلامی مباحث کے حملوں کا اصل جواب امام غزالیؒ اور امام ابن تیمیہؒ نے دیا دونوں صوفیاء تھے فلسفے کا مقابلہ کرنے کے لیے تصوف کی روایت سے تمسک لازم ہے عقلیت اور منطق کا مقابلہ بھی اس تمسک کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ جدید مغربی فلسفے سے مقابلے کے لیے بھی احسان وسلوک کی روایت سے گہرا تعلق لازمی ہے ورنہ احمد جاوید صاحب کی

طرح آپ نطشے، رسل اور ڈارون اور یونانی فلاسفہ کے ایسے قصیدے پڑھیں گے کہ اہل ایمان کا ایمان ہی مشکوک ہوجائے گا۔ احمد جاوید صاحب جس فلسفی، جس شاعر، جس عالم، جس خطیب کے بارے میں کلام کرتے ہیں اس کو دنیا کا سب سے عظیم فلسفی، شاعر، عالم ثابت کردیتے ہیں نطشے، رسل اور فلاسفہ یونان کا انھوں نے جو قصیدہ پڑھا ہے اسے پڑھ کر ہر شخص حیرت زدہ ہوجاتا ہے۔ وہ طنزاً کہتے ہیں امام جمعہ ان کا مقابلہ کہاں کرسکتا ہے یعنی فلسفہ ایمان اور امام سے برتر ہے۔ جب کوئی ان سے پوچھتا ہے کہ حضرت فلسفے کی تعریف وتوصیف ہی ہورہی ہے اس پر تنقید کب ہوگی تو جواب ملتا ہے پہلے تعریف سے فارغ ہولوں تب تنقید کی نوبت آئے گی۔ جن فلاسفہ کی غزالی اور ابن تیمیہ نے مذمت کردی یہ آج ان کی مدح وثناء میں مصروف ہیں۔ جدید صوفی ایسے ہوتے ہیں۔

علم عقلی کے مقابلے میں علم نقلی ہی امت کا سہارا ہے

عصر حاضر میں جن لوگوں نے مغربی فلسفے کا جواب دینے کی کوشش کی وہ فلسفے کی روایت میں ہی بہہ گئے کیوں کہ وہ اسلام کی روایت احسان وسلوک سے کامل طور پر وابستہ نہ تھے اس روایت کے بغیر متکلم اور فلسفی گمراہی کے سوا کچھ نہیں حاصل کرسکتا۔

مشال کے مسئلے میں علماء نے امت کے اجماع نقلی روایت منقول کو کافی نہیں سمجھا وہ معقول کی تلاش میں رہے اس لیے ان کو تاخیر ہوئی تذبذب ہوا اور تشکیک اب تک ختم نہیں ہوئی امت کے اجماع کے سامنے کسی عقلی دلیل کی ضرورت ہی نہیں

موفق بن احمد المکی نے المناقب الموفق میں علم الکلام پر امام ابوحنیفہؒ کی عبارت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ خود ایک عظیم متکلم تھے اور ایک زمانے تک عقلی دلائل کو ہی دین کی بہترین ترجمانی سمجھتے تھے۔

قال وکنت اعد الکلام افضل العلوم وکنت اقول هذا الکلام اصل الدین

امام صاحب لکھتے ہیں مگر جب میں نے (ابوحنیفہؒ) نے خود غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ صحابہ تابعین نہ صرف یہ کہ ان امور (عقلی کلامی) سے بے بہرہ نہ تھے بلکہ ہم سے زیادہ ان کے علم میں گہرائی تھی وہ حقائق سے واقف تھے مگر ان کی زندگیاں علم الکلام کی مجادلانہ شورشوں سے یکسر خالی تھیں نہ صرف یہ کہ یہ ان کا مشغلہ نہ تھا بلکہ وہ لوگوں کو اس سے روکتے تھے ان کے غور وفکر کا میدان

علم الشرائع اور ابواب فقہ تھے صدر اول ایسے ہی گزرا تابعین بھی ان کے نقش قدم پر تھے اس موقف پر پہنچنے کے بعد میں نے (امام ابوحنیفہؒ) نے علم کلام کو خیر آباد کہہ دیا صرف فنی معرفت باقی تھی اور زندگی میں بطور فن سلف کے علوم کو اپنایا اپنی جگہ یہ یقین ہو گیا کہ متکلمین کا گروہ اسلاف کے قدم سے ہٹا ہوا اور صالحین کے مقام سے دور ہے ان کے دلوں میں قساوت ہی قساوت ہے کتاب وسنت کی مخالفت سے بے پرواہ بے روح اور تقویٰ سے دور (مراد متکلمین ہیں) طبقہ ہے۔

رایتھم قاسیۃ قلو بھم غلیظۃ افئد تھم لا یبالون مخالفۃ الکتاب والسنۃ والسلف الصالح وکم یکن لھم ورع ولا تقی

مذہبی عقلیت پرستی کا انجام بھی نہایت برا ہوتا ہے جیو نے کئی سال پہلے ڈاکٹر حافظ شکیل اوج کو اسلام اور سائنس کے حوالے سے پروگرام کی تیاری کا کام سپرد کیا ایک پروگرام ہوا مگر نشر نہیں ہوسکا بعد میں یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

پروگرام میں ایک بڑے مذہبی عالم کو بلایا گیا انھوں نے جوش خطابت میں فرمایا کہ دینی احکامات پر عمل کرنے سے تمام

جدید بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں، شوگر، بلڈ پریشر، ہائی پرٹینشن، اینگزائٹی، ڈپریشن نماز، روزے، عبادات، نوافل سے ختم ہو جاتی ہیں یہ مفت علاج Free Medication جس کا ضمنی ذیلی اثر Side effect یا نقصان نہیں ہے انھوں نے کہا کہ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ جو فرد پورے روزے رکھتا ہے اسے کبھی دل کا مرض Heart attack نہیں ہوسکتا۔

پروگرام کی بہت تعریف ہوئی لیکن ایک تنقید نے اس عقلی، سائنسی دلیل کا خاتمہ کر دیا ایک ناقد نے پوچھا اس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف مردوں کو ہارٹ اٹیک نہیں ہوگا عورتوں کو ہوگا کیوں کہ عورت تو حیض کی وجہ سے تمام روزے نہیں رکھ سکتی عقلی استدلال کا انجام یہی ہوتا ہے۔

عصر حاضر میں بعض علماء عقلی استدلال کو بہت اہم سمجھنے لگے ہیں اور غامدی صاحب کی تقلید میں یہ استدلال منبر ومحراب سے عام ہو رہا ہے سننے والے تعریف کرتے ہیں تو اس استدلال کی افادیت دو چند ہو جاتی ہے علماء کی دلیل وہی ہوتی ہے جو علامہ اقبال نے خطبات میں دی تھی بعد میں اس سے رجوع کر لیا تھا کہ عصر حاضر کا ذہن تجربی، عقلی، اور افادیت پرست ہے میں نے اس ذہنیت کو سامنے رکھ کر اسلام کی تشریح کرنے کی کوشش کی ہر زمانے کا ایک طریقہ استدلال ہوتا ہے

یہ عہد حاضر کا طریقہ استدلال ہے

''امالی غلام محمد'' کی شہادت کے مطابق اقبال جیسے عظیم فلسفی نے بھی خطبات کے اس فلسفے سے رجوع کر لیا تھا مگر زاہد الراشدی صاحب جیسے لوگ جو خطبات کے عقلی استدلال سے بہت متاثر ہیں ابھی تک اس طریقے پر کاربند ہیں یہ طریقہ نہایت خطرناک ہے۔ یہ کہنا کہ عصری ذہن تجربیت پسند ہے کوئی نئی بات نہیں۔ قرآن نے قصص الانبیاء میں جتنے انبیاء کا ذکر کیا ہے ان کی امتیں تجربیت پسند ہی تھیں ہر امت نے اپنے پیغمبر سے معجزے کا مطالبہ وہ پیغمبر کی ہر بات کے جواب میں کہتے تھے؟ ثبوت دو تجربہ کر کے بتاؤ حضورؐ سے بھی کفار مکہ نے یہی کہا تھا کہ آپ ثبوت دیں فرشتے بلائیں آسمان سے کتاب اُتار کر دکھائیں بلکہ ہمیں آسمان میں لے جائیں تجربیت پسندی جدید مسئلہ نہیں جدید ذہن کا طریقہ نہیں قدیم سے یہی طریقہ ہے لیکن قصص الانبیاء سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تجربیت کا مطالبہ کرنے والی کوئی قوم کبھی نبی پر ایمان نہیں لائی نبوت کے تمام ثبوت اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود وہ ایمان سے محروم رہے۔ لہٰذا دینی مسائل کو عقلیت و تجربیت کے پیمانوں پر سمجھانے کا طریقہ ہمیشہ مثبت نہیں ہوتا اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے حضرت موسیٰؑ کو کئی معجزے دیئے گئے مگر نتیجہ کیا نکلا۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم اسلامی علمیت کا جائزہ اسلامی علمیت کے منہاج میں لینے کے بجائے عہد حاضر کی غالب علمیت کے منہاج میں لینے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے التباس Illusion شکوک وشبہات سوالات کی دھند پیدا ہوئی عہد حاضر میں مغربی تہذیب مغربی فلسفہ کا غلبہ ہے اس کا الحق الخیر آزادی کا عقیدہ [Faith of Freedom] ہے پوری دنیا مغرب کے تین عقیدوں آزادی مساوات ترقی پر ایمان لا چکی ہے۔

بہت سے متجددین اور چند راسخ العقیدہ علماء نے بھی مغرب کے باطل تصورات اور عقیدوں کی اسلامی تعبیر و تشریح پیش کر دی ہے خذ ما صفا ودع ما کدر کے اصول کے تحت بھی مغرب کی اسلام کاری ہو رہی ہے لہٰذا آزادی کے عقیدے کو دعوت مبارزت دینا [Challenge] ہمارے لیے عملاً ممکن نہیں رہا لہذا ہر وہ چیز عمل، طریقہ، اسلامی حکم جو آزادی کے مغربی عقیدے سے ہمیں متصادم نظر آتا ہے ہم اس کی کوئی نہ کوئی توجیہہ تشریح توضیح اور تاویل اس طرح کرتے ہیں کہ وہ آزادی کے عقیدے سے ہم آہنگ ہو جائے یا اس سے تصادم کی کوئی صورت پیدا نہ ہو۔ غلام

قوموں میں مغرب کے غلبے،تسلط کے نتیجے میں بھونڈی نقل کرنے والا جونفس (Self) پیدا ہوا ہے جسے(Mimic Self) کہا جاتا ہے وہ آقا کے عقیدوں، ایمانیات کو اپنی تاریخ میں جزئیات کی بنیاد پر تلاش کرتا ہے اور مغرب اور اسلام کے درمیان ہمیشہ مشابہت، مطابقت، مماثلت کی تلاش میں مصروف رہتا ہے اور کبھی مغرب کے کسی عقیدے، نظریے کی مخالفت نہیں کرتا وہ مغرب سے صرف نظر کرتا ہے۔اس جدید نفس نے ہمارا رشتہ اپنی تاریخ سے کمزور کر دیا ہے اور ہماری تاریخ کے مظاہر، آثار کو دھندلا کر رکھ دیا ہے۔ہم کسی حکم کو صرف اور صرف نقل کی بنیاد پر قبول نہیں کرتے اس کی کوئی نہ کوئی عقلی منطقی تاویل ضرور کرتے ہیں اس کے بغیر ہم عہد حاضر میں اس نقلی حکم کو موثر نہیں سمجھتے نقل کو عقل کے پیمانے پر ثابت کرنے کا کام جو جمال الدین افغانی، سرسید، مفتی عبدہ کے ذریعے عالم اسلام میں شروع ہوا تھا اب راسخ العقیدہ مذہبی حلقوں میں بھی سرایت کر چکا ہے۔یہ غیر شعوری نفوذ ہے۔الحمد للہ تمام راسخ العقیدہ مذہبی حلقے مغرب کے فلسفہ آزادی کو عقیدے کی سطح پر بالکل تسلیم نہیں کرتے، مغرب کو باطل سمجھتے ہیں مگر اس باطل سے مرعوب بھی ہو جاتے ہیں۔ مشال خان کا واقعہ جب سامنے آیا تو دینی حلقے نے منشور انسانی حقوق کے تناظر میں آزادی اظہار رائے، زندگی کا حق، نقل وحرکت کا حق، انسانیت پرستی وغیرہ وغیرہ کی روشنی میں اس واقعے کا جائزہ لینے کی کوشش کی تو ان کو یہ واقعہ ان پیمانوں کے مطابق نظر نہیں آیا دوسری جانب اسلامی علمیت تاریخ تہذیب کے نقلی پیمانے تھے جن کے مطابق یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شتم رسول کرے اور اگر کوئی مسلمان شتم رسول پر جذبات سے مغلوب ہو کر قتل کر دے تو اسے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا اس اصول اجماع سنت کا اطلاق آزادی کے عالمی مسلط شدہ عقیدے کے تناظرے میں اور منشور انسانی حقوق کے مسلمات کی روشنی میں کرنا علماء کو ممکن نظر نہیں آیا نقل وعقل کی اس کشمکش نے ان کو عموماً خاموش رہنے پر مجبور کیا حالانکہ فیصلہ اگر صرف نقل کی بنیاد پر ہوتا اجماع کی بنیاد پر ہوتا تو یہ کہنے میں تکلف نہ ہوتا کہ بھائی اگر توہین رسالت کی تھی تو لوگوں نے مار دیا اسے مسلمان ہو کر توہین کرنے کی کیا ضرورت تھی تم اس کے قتل کو مسئلہ بنا رہے ہو۔حالانکہ قتل تو چھوٹا جرم ہے فتنہ تو قتل سے بدتر جرم ہے قرآن نے کہا ہے کہ الفتنہ اشد من القتل رسول کی توہین سب سے بڑا فتنہ ہے کیوں کہ اس زمین پر آپ دین کا واحد ماخذ، اس کی سند اور حجت ہیں جو رسول کی توہین کرے وہ کسی نرمی کا مستحق نہیں۔علماء نے قتل پر رائے دینے کی کوشش کی اس لئے ان کو بہت مشکلات کا سامنا ہوا حالانکہ ان کو رائے قتل پر نہیں قتل کی علت فتنہ پر

دینی چاہیے تھی یعنی علماء کو دوسرے سوال قتل کیوں ہوا؟ کا جواب دینے کے بجائے پہلے سوال کا جوب دینا چاہیے تھا کہ توہین کیوں ہوئی؟ آزادی کا عقیدہ کہاں سے آیا؟ آزادی اظہار رائے کے نام پر سب کچھ کہنے کا فلسفہ کس نے سکھایا؟ آپ پوچھیں گے پہلا سوال کیا ہے اور دوسرا سوال کیا ہے تو اس کا جواب ژی ژیک نے جو اس صدی کا بہت بڑا فلسفی ہے اپنے انداز سے دیا ہے۔

میڈیا ہمیشہ دوسرا سوال کیوں پوچھتا ہے؟

اس صدی کا بہت بڑا فلسفی سلاوژی ژیک ہے جو غامدی صاحب کے پسندیدہ ترین فلسفی ہیں اور غامدی صاحب اس کے فلسفے سے بہت متاثر ہیں ۱۹۹۸ء میں جب وہ کراچی کثرت سے آتے تھے تو سلاوژی ژیک کی کتابیں ان کے ساتھ ہوتی تھیں۔ژی ژیک ایک بدتمیز بد قماش فلسفی ہے جسے مغرب میں ایک خطرناک فلسفی سمجھا جاتا ہے جو اپنے فلسفیانہ نکات گالیوں کے ذریعے پیش کرتا ہے اس کا خیال ہے کہ دنیا میں سب سے موثر ترین ذریعہ ابلاغ گالی ہے جس کے ذریعے فی الفور [Immediate] ابلاغ ہوجاتا ہے۔لہٰذا غامدی صاحب کے پسندیدہ فلسفی کا اصول ان کے اور میڈیا والوں کے فوری ابلاغ کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔

ژی ژیک لکھتا ہے کہ ایک شخص روزانہ پانچ بجے اپنے دفتر سے گھر پہنچتا تھا ایک دن وہ حسن اتفاق سے چار بجے گھر پہنچ گیا اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی ایک اجنبی مرد کے ساتھ خواب گاہ میں ہم کلام ہے اس نے اپنی بیوی سے پوچھا یہ کون ہے اور یہاں کیوں ہے؟ یہاں کیا کررہا ہے؟(یہ پہلا سوال ہے)۔

بیوی نے جواب دیا یہ سوال غیر اہم ہے کہ یہ کون ہے اور یہاں کیا کررہا ہے اصل سوال یہ ہے کہ تم یہاں چار بجے کیا کررہے ہو تمہارے آنے کا وقت پانچ بجے ہے(یہ دوسرا سوال ہے)۔

ژی ژیک کہتا ہے کہ جدید دنیا میں ہمیشہ دوسرے سوال کا جواب دیا جاتا ہے پہلے سوال کو اسی طرح نظرانداز کردیا جاتا ہے۔میڈیا اسی طرح ہمیشہ علماء سے دوسرے سوال کا جواب مانگتا ہے۔قندیل بلوچ کو بھائی نے قتل کردیا،شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ پہلے سوال کا جواب نہیں مانگتا کہ قندیل بلوچ اپنا جسم،عزت،عفت،عصمت میڈیا پر بیچ رہی ہے اسکا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیونکہ میڈیا والوں کو پتہ ہے کہ اگر شریعت سے قندیل بلوچ کی زندگی کا حکم پوچھا گیا تو شریعت کہہ دے گی اسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے قتل کردو۔قتلو اتقتیلا (اور ہماری عدالت اور

شریعت کورٹ کبھی اس حکم پر عمل نہیں کرے گی)۔

اگر قندیل بلوچ کی زندگی پر شریعت کا حکم نافذ ہو گیا تو پاکستان میں اسلام آجائے گا۔ یہ میڈیا کو منظور نہیں کیونکہ میڈیا کا کیا ہوگا؟ اگر قندیل بلوچ کی زندگی پر شریعت نافذ ہو جاتی تو قندیل بلوچ کے بھائی کو قتل کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ خلاء (Vacume) کبھی باقی نہیں رہتا اسے کوئی نہ کوئی پر کر دیتا ہے۔ پاکستانی عدالت اور شریعت کورٹ اور نواز شریف خلیفۃ المسلمین نے اپنا فرض پورا نہیں کیا تو اس خلاء کو قندیل کے بھائی نے پر کر دیا مسئلہ ماڈرن ازم پیدا کر رہا ہے تم جواب علماء سے مانگ رہے ہو، علماء کیوں جواب دیں۔ آزادی کے مغربی عقیدے کو ریاست نے اختیار کیا ہے جو چاہے کہہ دو، جو چاہے کر لو، لڑکی گھر سے بھاگ جائے یہ اس کی آزادی ہے جب آزادی دی ہے تو اس کا ردعمل ہو رہا ہے۔ علماء اس کا کیا جواب دیں؟

علماء کو تمام اہم مذہبی معاملات میں میڈیا کے شر انگیز سوالات کے جواب میں یہی کہنا چاہیے کہ آزادی اظہار رائے کا کفر تم عام کرو، ہر ایک کو آزادانہ کافرانہ زندگی بسر کرنے کی آزادی دو سب کو جو چاہے کہنے کی آزادی ہو جب ماڈرن ازم کی آزادی کے عقیدے کے خلاف بغاوت ہو، ردعمل ہو، تو علماء سے پوچھو یہ کیا ہو رہا ہے۔ اسلام جواب دے، اسلام مسئلہ حل کرے۔ یہ مسئلہ اسلام نے پیدا نہیں کیا ہے یہ مسئلہ انسانی حقوق کے منشور کے عقیدہ ء آزادی نے پیدا کیا ہے وہی اس کا جواب دے۔ مشال کے مسئلے میں بھی علماء کو یہی نقطہ نظر اختیار کرنا چاہیے۔

علماء نے اس بات پر بھی غور نہیں کیا کہ آخر مسلمان نام رکھنے والے توہین رسالت کیوں کر رہے ہیں نجم سیٹھی نے جیوٹی وی پر ایک پروگرام میں منیب فاروق کو بتایا کہ ۱۸۲۵ء سے لے کر ۱۹۸۶ء تک سوا سو سال میں توہین رسالت کے صرف سات مقدمات درج ہوئے توہین کرنے والے کافر تھے لیکن ۱۹۸۶ء سے ۲۰۰۴ء تک ۱۴ سال میں توہین رسالت کے پانچ ہزار مقدمات درج ہوئے لیکن کیوں اس کا جواب نہ سیٹھی نے دیا نہ علماء نے غور کیا توہین کرنے والے اکثر لوگوں کے نام مسلم تھے اچانک کیا ہو گیا کیا یہ تمام جھوٹے (False) مقدمات تھے اصل بات یہ ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کے بعد پاکستان میں مذہب انسانی حقوق کا ڈسکورس طاقت ور ہو گیا یونیورسٹیوں میں سائنس و سوشل سائنس کے تمام مضامین آزادی کے جدید مغربی عقیدے کی علمی تائید کرتے ہیں آزادی کے عقیدے کی تنقید کہیں نہیں پڑھائی جاتی لہٰذا دونوں

ڈسکورس جیسے جیسے طاقت ور ہورہے ہیں طلباء آزاد خیال ہوتے جارہے ہیں اور لبرل فکر توہین رسالت کا جواز بن رہی ہے توہین کا اصل سرچشمہ مغربی عقائد نظریات اور منشور انسانی حقوق کا عقیدہ آزادی ہے علماء کی جانب سے نہ تو اس عقیدے کا واضح طور پر انکار کیا گیا ہے نہ اس عقیدے کی بنیاد پر پڑھائے جانے والے علوم کی کوئی تنقید تخلیق کی گئی ہے تمام سیکولر تعلیمی اداروں میں منشور انسانی حقوق نصاب میں پڑھایا جارہا ہے جو جدید مغربی کافرانہ عقیدوں کی بنیادی دستاویز ہے اس کی کوئی تنقید علماء کی جانب سے نہیں لکھی گئی ہے بلکہ امام خمینی اور زاہد الراشدی جیسے مفکرین نے منشور انسانی حقوق کو خطبہ حجۃ الوداع سے خود ثابت کردیا ہے جو علمی طور پر بالکل غلط اور باطل، لغو، لایعنی استدلال ہے۔ انسانی حقوق کے منشور میں خدا رسول آخرت کا کوئی ذکر نہیں اس میں انسان کا جو تصور ہے وہ انسان آزاد فاعل خود مختار وجود ہے وہ کسی کو جواب دہ نہیں ہے یہ انسان صرف عقلیت پرستی پر انحصار کرتا ہے یہ خدا وحی کا انکار کرتا ہے اس نقطہ نظر کی دلیل کے لئے کانٹ کا مضمون What is Enlightenment اور اس پر فوکالٹ کا مضمون What is Enlightenment پڑھ لیجئے منشور انسانی حقوق میں تمام حقوق صرف اس کافر انسان کو دیے گئے ہیں اور زاہد الراشدی صاحب جیسے متجد د اسے خطبہ حجۃ الوداع کا عکس قرار دے رہے ہیں یہ سادگی کی انتہاء ہے عالم اسلام ابھی تک منشور انسانی حقوق کو اس کے فلسفیانہ تناظر میں سمجھنے سے قاصر ہے۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے۔

مغرب میں مغرب کی جمہوریت سائنس سرمایہ داری پر سو سال سے تنقید لکھی جارہی ہے ہزرل، ہائیڈیگر۔

جے الول، ممفرڈ، فوکالٹ، گلز دیلوژ، نوم چومسکی وغیرہ نے مغرب پر اندرونی تنقید کی ہے لیکن مغرب اس تنقید سے بالکل خوف زدہ نہیں کیوں کہ یہ تنقید داخلی تنقید ہے اور اس سے مغرب کو اپنی غلطیوں، کوتاہیوں، کمزوریوں، خامیوں کا پتہ چلتا ہے اسی لیے مغرب کے لیے اصل خطرہ گلز دلیوژ اور نوم چومسکی نہیں ہیں بلکہ مغرب کے لیے اصل خطرہ ایک چھوٹے سے مدرسے میں ٹوٹے پھوٹے فرش، کچی چھت کے نیچے سادہ لباس میں، دنیا سے بے پرواہ بیٹھا ہوا مولوی ہے جو بچوں کو قرآن پڑھا رہا ہے یہ اس کی کل دنیا ہے اس میں یہ راضی ہے مغرب اس مولوی کو اپنا دشمن سمجھتا ہے اس کے وجود سے اسے خوف محسوس ہوتا ہے لہٰذا تمام سیکولر، لبرل، ترقی پسند، سوشلسٹ ملحد صرف اور صرف مولوی کو گالیاں دیتے ہیں اسے انتہائی حقیر، ذلیل ہستی ثابت کرتے ہیں سوال یہ

ہے کہ اگر مولوی کی کوئی عزت نہیں، کوئی حیثیت نہیں، وہ جاہل ہے، اسے کچھ پتہ نہیں تو ایسے جاہل مولوی سے آپ اتنے خوف زدہ کیوں ہیں؟ آپ کی تمام توپوں کا رُخ اس مولوی کے خلاف کیوں ہے؟ ایسے جاہل مولوی کو لوگ خود ہی مسترد کردیں گے، نبی، اللہ اور رسول کا نام نکال دیں گے مگر لبرل کو معلوم ہے کہ آزادی کے عقیدے کو تین سو سال گزر جانے کے باوجود دنیا میں آج بھی مذہب، مولوی، مدرسہ، مسجد، وحی ایک بہت بڑی آفاقی قوت ہے لوگ آج بھی مولوی کے چنگل سے نکلنے کے لیے تیار نہیں لہٰذا وہ غصے میں آکر مولوی کو گالیاں دیتے ہیں کہ سائنس ٹکنالوجی کے زمانے میں بھی مولوی کی باتیں لوگ کیوں سن رہے ہیں؟ مگر بے چارے مولوی کو خود اپنی عظمت کا، اپنی قوت کا، اپنی طاقت کا احساس ہی نہیں ہے! وہ خود کو بہت کمتر سمجھ رہا ہے حالانکہ اس کے پاس جو علم ہے وہ سب سے برتر علم ہے، اس کے سامنے سائنس، سوشل سائنس کے علم کی کوئی حیثیت نہیں۔ اصل علم تو آخرت کا علم ہے، یہ دنیا تو کل ختم ہوجائے گی، آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل، آپ کی آنکھ بند ہوئی اور دنیا ختم ہوگئی۔

اس صدی کا بہت بڑا فلسفی رچرڈ رارٹی لکھتا ہے کہ مذہب اور سائنس کی جنگ میں سائنس نے مذہب کو شکست دے دی اب مذہب کی کوئی حیثیت نہیں ہے مگر اسی صدی کا سب سے بڑا زندہ فلسفی ہابر ماس اپنی کتاب The Faltering Project کے مضمون What is meant A:by post secular society

Discussion on Islam in Europ میں اعتراف کرتا ہے کہ اس انسان مرکز دنیا نے مذاہب عالم کو کم زور کیا۔

سائنسی ترقی، خوشحالی، فارغ البالی نے خدا اور غیر مرئی قوتوں سے انسانی رابطوں اور ان پر انحصار کی مذہبی روایت کو بہت حد تک ختم کردیا مفکرین کا خیال تھا کہ سائنسی ترقی، جدید فلسفے کے تحت دنیا کی Anthropocentric Understanding قانون سیاست، عوامی فلاح و بہبود، ثقافت، تعلیم کے دائروں سے مذہب کی مکمل بے دخلی کے باعث مذہب کا خاتمہ ہوچکا ہے لیکن وہ لکھتا ہے کہ مذہب تو ختم نہیں ہوا وہ موجود ہے مگر سیکولرائزیشن تھیوری کا خاتمہ ہوگیا ہے۔

In the wake of not unfounded criticism of a Narrow end of Eurocentric perspective there is now even talk of the

[60.p secularization theory

وہ لکھتا ہے کہ مذہب ایک قوت کے طور پر ابھر رہا ہے۔

,Three overlapping phenomena more than anything else converge to creat the impression of a world wide resugence of [61.p].religion

وہ لکھتا ہے کہ انفرادیت پسندی کے فلسفے کے فروغ کے باوجود اس فلسفے سے مذہب کا خاتمہ ممکن نہیں ہو سکا مذاہب عالم

مذہبی اجتماعتیں آج بھی تمام سیکولر معاشرے میں اپنے لیے ایک مقام حاصل کر سکتے ہیں

Religious Communities can still claim a seat even in the .life of societies where secularization is far advanced

وہ لکھتا ہے کہ تمام سیکولر ممالک معاشروں میں مذہب آج بھی ایک قوت کے طور پر موجود ہے سیکولرازم کا یہ یقین کہ جدیدیت کے تسلط فروغ اور بہاؤ کے نتیجے میں مذہب کا خاتمہ ہو جائے گا ناکام ہو چکا ہے۔

وہ لکھتا ہے:

In these societies religion retains a certain public while the secularistic certainity that,relevance influence religion will disappear every where in the world as [65.modernization accelerates is losing ground[p

جب سیکولر معاشروں میں مذہب ختم ہونے، کم زور پڑنے اور مرنے کے بجائے ایک قوت بن رہا ہے تو روایتی مذہبی معاشرں میں لازماً مذہب ایک قوت بن کر رہے گا مثال کے واقعے نے پاکستان کی ریاست اور پوری دنیا کے تمام سیکولر مفکرین کو ہلا کر رکھ دیا ہے وہ حیران ہیں کہ سو سال تک ہندوستان میں مغربی سیکولر تعلیم اور تعلیمی اداروں کے باوجود ابھی تک مولوی کا اثر ختم نہیں کیا جا سکا۔

سیکولر تعلیم ایک آزاد نفس [self] تعمیر کرتی ہے جو انسان کے سوا ہر شے پر اعتراض تنقید

اور شک کرتا ہے لیکن سیکولر تعلیم حاصل کرنے والے سیکولر نوجوان اکیسویں صدی میں مذہب سے اپنے رسول سے اتنی محبت رکھتے ہیں کہ وہ شاتم رسول کو اس طرح قتل کردیں یہ ان کے لیے نہایت بھیانک صورت حال ہے علماء، مشائخ، صوفیاء کی پاکستانی

معاشرے پر گرفت اتنی زبردست ہے کہ ان کی تمام کم زوریوں خامیوں کے باوجود عشق رسول کی شمع نوجوان نسل میں ابھی تک زندہ ہے۔ یہ واقعہ ہی جدیدیت پس جدیدیت اور بڑے بڑے فلسفیوں کے لیے حیران کن ہے صرف وہ حیران نہیں ہوئے بلکہ ہمارے علماء مذہبی حلقے بھی حیران رہ گئے عوام ہمیشہ علماء سے آگے رہتے ہیں وہ مقلد ہوتے ہیں مقلدین نے ایسے زبردست ایمان کا ثبت دیا کہ علماء بھی اس ایمانی قوت سے خوف زدہ ہوگئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس موقع پر کیا کریں۔

سوال: آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ توہین رسالت اب پاکستان کا مسئلہ اب قضاء کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ اب ایک عالمی مسئلہ بن چکا ہے اس پر علماء کو رائے دینی چاہیے؟

جواب: پاکستان میں توہین رسالت کا مسئلہ اصلاً آزادی کے جدید مغربی عقیدے سے متعلق ہے اس عقیدے کو UNO کی مکمل حمایت حاصل ہے لہٰذا توہین رسالت کا مسئلہ اب محض ''کتاب الحدود'' وکتاب القضاء'' تک محدود نہیں رہا بلکہ ''کتاب السیر'' سے بھی متعلق ہوگیا ہے کیوں کہ پوری اقوام عالم کے سامنے صدر اوباما نے UNO میں اپنی تقریر کے دوران واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ توہین رسالت کے مسئلے کا حل احتجاج، ہنگامہ، توڑ پھوڑ نہیں بلکہ اس کا حل یہ ہے کہ توہین کی اور آزادی دو اس کی تقریر کے الفاظ پڑھیے۔

We have taken these positions because we believe that freedom and self-determination are not unique to one culture. These are not simply American values or Western values - they are universal values.

Here in the United States, countless publications provoke offense. Like me, the majority of Americans are Christian, and yet we do not ban blasphemy against our most sacred beliefs.As President of our country and Commander -in-Chief of our military, I accept that people are going to

call me awful things every day - (laughter) - and I will always defend their right to do so. (Applause.)
Americans have fought and died around the globe to protect the right of all people to express their views, even views that we profoundly disagree with. We do not do so because we support hateful speech, but because our founders understood that without such protections, the capacity of each individual to express their own views and practice their own faith may be threatened.
We do so because given the power of faith in our lives, and the passion that religious differences can inflame, the strongest weapon against hateful speech is not repression; it is more speech - the voices of tolerance that rally against bigotry and blasphemy, and lift up the values of understanding and mutual respect.
But in 2012, at a time when anyone with a cell phone can spread offensive views around the world with the click of a button, the notion that we can control the flow of information is obsolete.
[Remarks from President Barack Obama to the UN General Assembly, New York, 2012.09.26]

صدر اوباما نے UNO کے سامنے بتادیا کہ

منشور انسانی حقوق میں اور امریکی دستور میں آزادی Freedom کی اصطلاح کا مطلب یہی ہے کہ ایک فرد جو کچھ کہنا چاہتا ہے بغیر کسی خوف اور تردد کے کہہ سکے۔ امریکا میں لوگ ہمارے عیسائی مقدس مذہب اور حضرت عیسیٰؑ کی توہین کرتے ہیں لیکن ہم اس توہین پر کوئی پابندی نہیں لگاتے مسلمان بھی یہی طریقہ اختیار کریں کیوں کہ آزادی کا عقیدہ ایک عالمی آفاقی مشترکہ مسلمہ قدر ہے یہ صرف ہماری مغربی امریکی قدر Value نہیں تمام دنیا کی مشترکہ قدر ہے۔

UNO میں صدر اوباما کی تقریر ایران کے صدر احمدی نژاد، ترکی کے طیب اردگان، مصر

کے صدر مُرسی اور پاکستان کے صدر آصف زرداری بھی سُن رہے تھے ان چاروں نے اوباما کی تقریر کے بعد جوابی تقاریر کیں اور آزادی کے عقیدے کی If اور But کے ساتھ حمایت کی لیکن کسی ایک مسلم حکمران کی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ صدر امریکا اور UNO سے کہہ سکتا کہ ہمیں آج پہلی مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ آزادی کے عقیدے کا مطلب ہے کسی بھی مذہب اور کسی بھی پیغمبر کی توہین۔ آزادی کے اس عقیدے کو ہم نہیں مانتے ہم اسے مسترد کرتے ہیں مسلمان نہ اپنے پیغمبر کی توہین برداشت کریں گے نہ عیسائی اور یہودی کے پیغمبر کی توہین برداشت کریں گے جو بھی توہین کرے گا ہم اس کے خلاف جو کچھ کر سکتے ہیں کر گزریں گے ہم عوام کے جذبات کو بھی نہیں روک سکتے توہین کرنے کا شوق والے نتائج بھی بھگتنے کے لیے تیار رہیں ہم ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے جذبات کو قابو نہیں کر سکتے۔ مغرب اپنے دس بارہ مصنفوں، مصوروں، مقرروں کو قابو میں رکھے دس بارہ لوگوں کے لیے ڈیڑھ ارب لوگوں کو یرغمال نہیں بنایا جاسکتا مگر کسی اسلامی سربراہ میں جرأت ہی نہیں تھی کہ وہ سچ کا اعلان کر سکے۔ عقیدے کے باب میں کوئی مداہنت قبول نہیں کی جاسکتی عقیدہ اجتہاد و تحقیق کا محل نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ آج امت مسلمہ کے لیے عقیدہ عقیدہ کے مسائل غیر اہم ہو گئے ہیں امت کو عقیدہ طحاویہ از سرِ نو پڑھانے کی ضرورت ہے اور تمام مسلم سربراہان مملکت کو خاص طور پر اسی لیے ہم بار بار کہتے ہیں کہ یہ امت عقیدے کی جنگ ہار چکی ہے یہ امت اپنے عقیدے کا برملا اعلان نہیں کر سکتی تو اس کے وجود اور عدم میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا اللہ اس امت کا محتاج نہیں وہ ہم جیسے دیوث لوگوں کو مٹا کر کسی اور کو لے آئے گا جو ہم سے بہتر ہوں وہ تاتاری کفار کے دل میں اسلام کی محبت ڈال کر صنم خانوں سے کعبہ کے لیے پاسبانوں کا اہتمام کر سکتا ہے تو ہماری کیا حیثیت ہے۔

تحفظ ناموس رسالت		مدیر

ہم مشال قتل کیس میں جے آئی ٹی رپورٹ مسترد کرتے ہیں

انصاف کا قتل

قارئین کرام! مشال قتل کیس کی تحقیق کے حوالے سے جے آئی ٹی کی رپورٹ پر آپ نے علامہ محمد صدیق صاحب کا مختصر اور سید خالد جامعی صاحب کا تفصیلی تجزیہ پڑھا۔ ہم ان تحریروں کو پڑھنے اور خود بھی اس معاملے پر غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ:

مشال قتل کیس میں جے آئی ٹی رپورٹ یک طرفہ اور یک رخی ہے۔ یہ جھوٹ کا پلندہ ہے، یہ ردّی کا ٹکڑا ہے اور اس میں حقائق کو مسخ کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ کے مرتب کرنے والے سیکولر اور لبرل ارکان غیر جانبدار نہ تھے وہ یہ مائنڈ سیٹ لے کر رپورٹ مرتب کرنے بیٹھے کہ انہوں نے گستاخ رسول کو معصوم، مصلح، حق گو، مجاہد اور لیڈر ثابت کرنا ہے اور جن عشاق مصطفی نے مشال کو قتل کیا انہیں انتہا پسند اور دہشت گرد قرار دینا ہے اور سارا ملبہ یونیورسٹی انتظامیہ پر ڈالنا ہے۔

لہٰذا ہمارے نزدیک یہ رپورٹ ردّی کا ٹکڑا ہے اور ہم اسے مسترد کرتے ہیں اور خیبر پی کے حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ غیر جانبدار ارکان پر مشتمل ایک نیا اور وسیع تر کمیشن بنائے جس میں علماء کرام بھی شامل ہوں، جو حقائق کا از سر نو جائزہ لیں اور پہلی جے آئی ٹی کی رپورٹ کی جن خامیوں کی البرہان نے نشاندہی کی ہے ان کو بھی پیش نظر رکھے اور نئی رپورٹ پیش کرے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العالمین

ہفت روزہ اقامتی ورکشاپ

تحریک اصلاح تعلیم (ٹرسٹ) نوجوانوں اور دینی موضوعات سے دلچسپی رکھنے والے افراد، خصوصاً قارئین البرہان کے لیے، ایک ہفتے کی اقامتی ورکشاپ، حسب پروگرام ذیل، منعقد کر رہا ہے:

تاریخ — جولائی ۲۴ تا ۳۰، ۲۰۱۷ء

وقت — پیر دوپہر ا بجے (۲۴ جولائی) تا اتوار دوپہر ا بجے (۳۰ جولائی)

مقام — لاہور

ترتیب — کھانے اور رہائش کا اجتماعی انتظام ہوگا تاہم ہر شریک اپنا خرچ خود برداشت کرے گا۔

مرکزی موضوع — اسلام اور عصر حاضر

ضمنی موضوعات:

۱۔ عصر حاضر میں دین کا متوازن تصور　　۲۔ تعلیم کتاب وحکمت وتزکیۂ نفس

۳۔ مغربی فکر وتہذیب کا چیلنج　　۴۔ اصلاح فرد، معاشرہ اور ریاست

۵۔ ہم عصر دینی، سیاسی، اصلاحی، فکری تحریکیں　　۶۔ مسلم عروج وزوال

❋ ہر ڈیڑھ گھنٹے کے لیکچر کے بعد ڈیڑھ گھنٹے کی سوال وجواب کی نشست۔ روزانہ زیرو پریڈ

❋ ریڈنگ میٹریل۔ بلا معاوضہ　　❋ تعداد شرکاء: ۱۵ (پہلے آیئے کی بنیاد پر)

❋ پہلی ورکشاپ کے کے تجربے کے بعد ان ورکشاپوں کا سلسلہ جاری رکھا جا سکتا ہے۔

رجسٹریشن: بذریعہ ای میل (ermpak@hotmail.com)، بذریعہ SMS (0300-4354673) اور بذریعہ خط (تحریک اصلاح تعلیم ٹرسٹ 97-A نیلم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور)۔

تحریک اصلاح تعلیم (ٹرسٹ)

97-A نیلم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور